حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

ماہنامہ

دقائقِ اسلام

سرگودھا

ستمبر ۲۰۱۴ء

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاھد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
فون: 048-3021536
Website: www.sibtain.com Emails: smi51214@gmail.com Sultanulmadarisislamia@gm

حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ امامیہ کا بے باک ترجمان

جلد ۱۸ ستمبر ۲۰۱۴ء شمارہ ۹

فہرست مضامین

مُدیرِ اعلیٰ: ملک مُمتاز حسین اعوان

مُدیر: گلزار حسین محمدی

پبلشر: ملک مُمتاز حسین اعوان

مطبع: انصار پریس بلاک ۱۰

مقامِ اِشاعت: جامعہ علمیہ سُلطان المدارس سرگودھا

کمپوزنگ: الخطّاط کمپیوٹرز 0307-6719282

فون: 048-3021536

زرِ تعاون 400 رُوپے

لائف ممبر 5000 رُوپے

اداریہ

مدارسِ دینیہ کی اہمیت اور بنیادی اصلاحات کی ضرورت

مدارس علوم دینیہ کی اہمیت وافادیت روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ صدر اسلام سے آنحضورؐ نے مسجد نبوی میں ایک جگہ صفہ (چبوترا) متعین فرمادی اس میں دین حاصل کرنے والے صحابہ کرام آنحضورؐ سے تعلیم حاصل کرتے، آپؐ ان کے کھانے پینے کا انتظام خود فرماتے۔ گویا مدرسہ اور دارالاقامہ آنحضورؐ کے عہد سے شروع ہوا۔ بعد میں مُسلمان حکمرانوں نے تعلیم و تعلم کی سرپرستی کی اور اس طرح اسلامی تعلیمات نسل در نسل آگے بڑھتی رہیں۔ بغداد میں درس نظامی کا آغاز ہوا، اس درس نظامی نے بڑے بڑے مُسلمان سکالر دانشور فلاسفر طبیب اور سائنس دان پیدا کیے۔ نجفِ اشرف، قاہرہ اور قم میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لیے مراکز علم قائم ہوئے، جہاں فقہاء کی ایک کثیر تعداد دنیا کے ہر خطے سے آ کر زیور علم سے آراستہ ہوئی اور عالم کے گوشہ گوشہ میں علم کی روشنی پھیلائی۔ برصغیر پاک و ہند میں لکھنؤ (ہندوستان) میں مختلف دینی مدارس نے علوم دینیہ میں اہم کردار سرانجام دیا۔ قیام پاکستان کے بعد شیعہ علماء نے مدارس دینیہ کے قیام کی طرف خصُوصی توجہ فرمائی۔ آج کل ملک میں مدارس دینیہ کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اکثر مدارس دینیہ میں طلباء کی کمی شکایت کی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ کمی بعض بنیادی تبدیلیاں کر کے دور کی جاسکتی ہے۔

☆ مدارس دینیہ کے نصاب میں تبدیلی لا کر عصری اور سائنسی تعلیم کو شامل نصاب کیا جائے تاکہ فارغ التحصیل علماء اکیسویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکیں۔

☆ مدارس دینیہ میں تعلیم کے ساتھ تربیت پر زیادہ توجہ دی جائے، تاکہ باکردار اور بے لوث قسم کے علماء پیدا ہو کر قوم کی ناؤ کو کنارے لگائیں۔

☆ مدارس دینیہ میں داخل طلباء کو باہنر بنایا جائے تاکہ عملی زندگی میں وہ قوم پر بوجھ نہ بنیں اور خودداری سے دینی خدمات سرانجام دیں۔

☆ مدارس کی تقسیم درجاتی طور پر کی جائے جس طرح حکومتی مدارس میں پرائمری، مڈل، ہائی، کالج، یونیورسٹی کے مدارج قائم ہیں۔

☆ مدارس دینیہ کا آپس میں مربوط نظام قائم کیا جائے، اور مثالی مدارس بنانے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کی جائے۔

مندرجہ بالا تجاویز پر عمل درآمد کر کے ہم راہ ترقی پر گامزن ہو سکتے ہیں۔ ملک میں مختلف مکاتب فکر کے بعض مدارس عصری اور دینی تعلیم کے امتزاج سے خاصے آگے نکل گئے ہیں اور امراء و رؤساء کے فرزندان بھی ان میں زیر تعلیم ہیں، وہاں داخلہ میرٹ پر ہوتا ہے۔ لائق اور ذہین طلباء کو آسمان علم پر چمکنے کا موقع ملتا ہے، مدارس شیعہ کے کارپردازان سے گزارش ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جدید علوم اور فنون بھی پڑھانے کا انتظام فرمائیں۔ نیز مدارس دینیہ کے مُعلّمین کی ماہانہ تنخواہیں بہت کم ہیں جس وجہ سے مُعلّمین اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے دیگر مشاغل مثلاً مجالس عزا کسی مقام پر پیشنمازی کے لیے مُتعیّن ہو جاتے ہیں اور تدریسی اور تعلیمی فرائض میں غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس لیے مدارس دینیہ کو فعال بنانے کے لیے اساتذہ کو فکر معاش سے آزاد کرنا چاہیے، تاکہ وہ تندہی اور جانفشانی سے تدریسی فرائض سرانجام دے سکیں۔

باب العقائد

افراط وتفریط کے مابین درمیانی عقیدہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

ارباب عقل ومعرفت کے لیے یہ بات محتاج دلیل نہیں اسلام میں افراط وتفریط مذموم اور اقتصاد و درمیانہ روی ہر عقیدہ وعمل میں ہر مومن متدین پر لازم ہے کہ آیات قرآن اور اخبار اہل بیت علیہم السلام کے سمندر بے پایاں میں شناوری سے یہ معلوم کرے کہ ہر ہر موضوع ومسئلہ میں افراط وتفریط کے مابین درمیانی صحیح عقیدہ کیا ہے؟

ہم نے اپنی سب کتابوں میں مقدور بھر یہی کوشش کی ہے کہ قرآن اور سرکار محمدؐ وآل محمدؑ کے بیان کردہ حقائق ومعارف کے بحر بے کراں میں شناوری کرکے ہر موضوع کے متعلق افراط وتفریط سے دامن بچاکر جو صحیح درمیانی عقیدہ ہے، اسے معلوم کیا ہے۔ اور پھر بلاکم و کاست افادۂ عمومی کی غرض سے اسے ابنائے قوم وملت کے سامنے پیش کردیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں دن کے سکون، رات کے آرام حتی کہ اپنی صحت تک کا خیال نہیں کیا۔ بایں ہمہ ع

نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

ان اجری الاعلی اللہ فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین و جعلنا اللہ منھم بحق النبی و الہ الطاھرین

یہ اس رب رحیم وکریم کا محض تفضل وتلطف ہے جس نے سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام کے صدقہ میں اپنے دین مبین کی درس وتدریس اور تقریر وتحریر کے ذریعہ کچھ خدمت کرنے کی توفیق وسعادت بخشی ہے ؎

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
مت ازو شناس کہ بخدمت گزاشت

والحمد للہ علی احسانہ العمیم

اصول کافی (صفحہ ۲۲۹ طبع قدیم) اور ریاض الجنان میں (علی مانقل عنہ) معمولی اختلاف الفاظ کے ساتھ بروایت محمد بن سنان حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ حدیث مروی ہے۔ محمد بن سنان بیان کرتے ہیں کہ:

کنت عند ابی جعفر علیہ السلام فذکرت اختلاف الشیعۃ فقال ان اللہ لم یزل فردا متفردا فی الوحدانیۃ ثم خلق محمدا و علیا و فاطمۃ علیھم السلام فمکثوا الف دھر ثم خلق جمیع الاشیاء فاشھدھم خلقھا و اجری طاعتھم علیھا و جعل فیھم ماشاء و فوض امر الاشیاء الیھم فی الامر و التصرف و الارشاد و الامر و النھی فی الخلق لانھم الولاۃ فلھم الامر و الولایۃ فی الھدایۃ فھم ابوابہ ونوابہ و حجابہ یحللون ما شاء و یحرمون ما شاء و لا یفعلون الا ماشاء عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ھم بامرہ یعملون فھذہ الدیانۃ التی من تقدمھا غرق فی بحر الافراط و من نقصھم

عن هذه المراتب التی رتبهم الله فیها زهق فی بر التفریط و لم یوف ال محمد حقهم فیما یجب علی المومن من معرفتهم ثم قال خذها یا محمد فانها من مخزون العلم و مکنونه.

یعنی میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے آپ سے (معرفت ائمہ کے متعلّق) شیعوں کے اختلاف کا تذکرہ کیا (یہ سن کر امامؑ نے) فرمایا: خداوند عالم ذات وصفات میں ہر طرح واحد و یگانہ تھا (اور کوئی چیز موجود نہ تھی) پھر اس نے (اپنی قدرت کاملہ و حکمت بالغہ سے) جناب محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ اور فاطمہ زہراء علیہم السلام کو پیدا کیا۔ یہ بزرگوار پورا ایک ہزار دہر سال (ریاض قدس میں) قیام پذیر رہے (دہر زمان طویل کو کہا جاتا ہے اور ایک ہزار سال پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (ہفتم بحار صفحہ ۳۶۳ مرآۃ الانوار صفحہ ۶۷) پھر خدا نے (آفرینش عالم کی ابتداء کی اور) دوسری اشیاء کو پیدا کیا، اور ان کی پیدائش پر ان کو گواہ بنایا، اور ان (اشیاء علوی وسفلی) پر ان (حضرات) کی اطاعت لازم قرار دی اور ان (بزرگواروں) میں جو چاہا (فضل وکمال ودیعت فرمایا اور حکم، تصرف، ارشاد اور امر ونہی، (غرضکہ تمام دینی) امور ان کے سپرد فرمائے۔ کیونکہ یہی حضرات والیان امر ہیں یعنی رشد و ہدایت (خلق) کے متعلّق انہی کو حکومت و ولایت حاصل ہے اور یہی (ذواتِ مقدسہ) خدا (تک رسائی) حاصل کرنے کے دروازے (بندوں تک احکام شرعیہ پہنچانے میں) اس کے نائب اور (اس کی بارگاہ کے) حاجب و دربان ہیں (خالق ومخلوق کے درمیان وسیلہ ہیں) یہ خدا کی مشیّت ومرضی کے مطابق اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام کرتے ہیں۔ اور یہ از خود کوئی بھی کام نہیں کرتے۔ مگر وہی جو خدا چاہتا ہے۔ یہ خدا کے وہ مکرم ومحترم بندے ہیں جو کسی قول (یا فعل) میں اس سے سبقت نہیں لے جاتے، بلکہ اسی کے حکم کے مطابق عمل درآمد کرتے ہیں۔ (سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کی معرفت کے بارے میں) یہ ہے وہ صحیح دین و دیانت کہ جو اس سے آگے بڑھے گا (یعنی غلو وتفویض کا قائل ہوگا) وہ افراط کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور جو ان کو خدا کے ان عطا کردہ مراتب سے ہٹائے گا وہ دشت تفریط میں ہلاک ہو جائے گا، اور ان کے اس حق کو ادا نہیں کرے گا جو ان کی معرفت کے متعلّق مومن پر واجب ولازم ہے۔ پھر فرمایا اے محمدؐ اس دیانت کو لو (اور اسے محفوظ رکھو) کیونکہ یہ (آل محمدؐ کے) علم مخزون ومکنون (پوشیدہ) میں سے ہے۔ (ہفتم بحار صفحہ ۳۶۲ ومرآۃ الانوار صفحہ ۶۶ وغیرہ)

محدث جلیل ابوالحسن الشریف اس روایت شریفہ کو انہی الفاظ کے ساتھ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اقول هذا الخبر من امهات جوامع احوال الائمة علیهم السلام بل هو معیار تمیز الحق من الافراط و التفریط و قد ذکرناه علی لفظ ریاض الجنان لکونه ادل علی المطلوب

یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ائمہ اہل بیتؑ کے جامع حالات معلوم کرنے کی اہم اور بنیادی احادیث میں سے ہے بلکہ افراط وتفریط میں سے اصل صحیح وحق عقیدہ معلوم کرنے کا معیار و میزان ہے۔ ہم نے اسے ریاض الجنان کے الفاظ کے مطابق نقل کیا ہے کیونکہ اس

کی دلالت اصل مقصد پر زیادہ واضح ہے۔

(مرآۃ الانوار صفحہ ۶۶)

بالکل اسی نیک مقصد کے پیش نظر ہم نے بھی من وعن اسے یہاں پیش کر دیا ہے۔

لیهلك من هلك عن بینة ویحیی من حی عن بینة

وضاحت:

اگرچہ خود اس حدیث شریف کے اندر اس امر کی وضاحت موجود ہے کہ اس میں وارد شدہ لفظ تفویض سے ارشاد اور امر و نہی وغیرہ دینی امور میں تصرف و تفویض مراد ہے۔ کما لا یخفیٰ۔ تاہم ممکن ہے کوئی کوتاہ اندیش سیاق وسباق سے آنکھیں بند کر کے صرف جملہ فوض امر الاشیاء الیهم پر جمود کر کے اس سے (تکوینی امور میں) تفویض باطل مراد لینے کی سعی نافرجام کرے۔ اس لیے ذیل میں دو علماء اعلام کا تائیدی کلام حقیقت ترجمان پیش کیا جاتا ہے۔

☆ سرکار علامہ مجلسیؒ اسی فقرہ کی شرح میں فرماتے ہیں: من التحلیل و التحریم و العطاء و المنع الخ۔ یعنی اس سے تحلیل وتحریم اور عطاومنع میں تفویض مراد ہے۔ (بحار صفحہ ۳۶۳) اور یہ قسم درست ہے۔ دوسرے اقسام کی پوری پوری وضاحت قبل ازیں کی جاچکی ہے۔

☆ محدث خبیر ابوالحسن الشریف اسی فقرہ کے ذیل میں لکھتے ہیں: ای فیما ذکرہ علیه السلام دون الخلق و الرزق و نحوهما کما سنذکرہ مفصلا۔ یعنی انہی (دینی) امور میں تفویض مراد ہے جن کا امامؑ نے (حدیث کے اندر) ذکر فرمایا ہے نہ کہ خلق ورزق وغیرہ (امور تکوینیہ) میں، جیسا کہ ہم عنقریب تفصیلاً بیان کریں گے۔ (مرآۃ الانوار صفحہ ۶۷)

ان فی ذلك لبلاغا لقوم یعقلون

باب الاعمال

گناہان صغیرہ و کبیرہ کی تعریف گناہان کبیرہ کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

گناہان صغیرہ اور کبیرہ کی توضیح میں شدید اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ کوئی گناہ بھی صغیرہ نہیں بلکہ تمام کبیرہ ہیں کیونکہ جس ذات کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ وہ چھوٹی نافرمانی کے بھی لائق نہیں ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ تقسیم اضافی ہے۔ یعنی ہر گناہ اپنے سے بڑے گناہ کی بہ نسبت صغیرہ اور اپنے سے چھوٹے گناہ کی نسبت سے کبیرہ ہے۔ مگر تحقیقی قول یہ ہے کہ گناہ کبیرہ اس گناہ کو کہا جاتا ہے۔ جس پر قرآن و حدیث میں جہنم کی وعید و تہدید وارد ہوئی ہے۔ شریعت مقدسہ کے اس اجمال و ابہام کی بظاہر یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ لوگ تمام گناہوں سے اجتناب کریں۔ بہرکیف ذیل میں بعض گناہان کبیرہ کی ایک اجمالی فہرست درج کی جاتی ہے۔ جو معتمد کتب فقہ و حدیث و اخلاق سے ماخوذ ہے۔

گناہان کبیرہ کا بیان

① خدا کی ذات، صفات، افعال اور عبادت میں شرک کرنا۔ ② قتل مومن۔ ③ زنا کاری۔ ④ والدین کی نافرمانی۔ ⑤ سود خوری۔ ⑥ پاک دامن عورتوں پر تہمت زنا لگانا۔ ⑦ یتیم کا مال کھانا۔ ⑧ جہاد سے فرار کرنا۔ ⑨ ہجرت کے بعد پھر بدویت اختیار کرنا جہاں دین میں نقص ہو یعنی ایسے دیہاتوں میں سکونت اختیار کرنا جو علم و ایمان کے آثار سے خالی ہوں۔ ⑩ لواطت کرنا۔ ⑪ خدا کی رحمت سے ناامید ہونا۔ ⑫ جادو کرنا۔ ⑬ جھوٹی قسم کھانا۔ ⑭ جھوٹی گواہی دینا۔ ⑮ سچی گواہی چھپانا۔ ⑯ فرائض خداوندی جیسے نماز و زکواۃ وغیرہ کا ترک کرنا۔ ⑰ شراب خوری۔ ⑱ عہد شکنی کرنا۔ ⑲ خدا قطع رحمی کرنا ⑳ خدا اور رسولؐ اور ائمہ ہدیٰؑ پر افترا پردازی کرنا بلکہ مطلق جھوٹ بولنا۔ ㉑ مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس پر وقت ذبح غیر خدا کا نام لیا گیا ہو اس کا کھانا۔ ㉒ جوا بازی کرنا۔ ㉓ حرام خوری یعنی حرام طریقے سے کمائی کر کے کھانا جیسے بول و براز، مردار اور شراب بیچنا، زنا و رشوت وغنا یا شطرنج کے ذریعے سے روزی کمانا۔ یہ سب حرام خوری کے افراد ہیں ㉔ ناپنے تولنے میں کمی کرنا ㉕ ظالموں کا کوئی عہدہ قبول کرنا ㉖ ظالموں کی ان کے ظلم میں امداد کرنا ㉗ ظالموں سے میل و محبت کرنا۔ ㉘ تکبر کرنا۔ ㉙ اسراف و تبذیر (فضول خرچی کرنا) ㉚ اولیاء اللہ سے جنگ کرنا ㉛ لہو و لعب جیسے راگ و رنگ، رقص و سرور اور چنگ و رباب بجانا وغیرہ ㉜ مومن کی غیبت اور گلہ کرنا یعنی کسی کی عدم موجودگی میں اس کا وہ خلقی خلقی،

حسبی، نسبی، قولی، فعلی اور دینی یا دنیوی نقص، عیب بیان کرنا جو فی الواقع اس میں موجود تو ہو مگر وہ اسے سنے تو برا منائے ہاں البتہ چند مقامات پر غیبت جائز بھی ہے جیسے متجاہر بالفسق یا بدعتی یا ظالم وغیرہ (تفصیل کے لئے کتب مبسوطہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ (۳۳) مومن پر بہتان باندھنا یعنی اس کے متعلق ایسا عیب بیان کرنا جو اس میں موجود ہی نہ ہو۔ (۳۴) مومن کو گالی دینا یا کسی اور طریقہ سے اس کی توہین کرنا (۳۵) چغل خوری کر کے اہل ایمان کے درمیان تفرقہ بازی کرنا۔ (۳۶) ہر قسم کا فتنہ و فساد پھیلانا (۳۷) زنا اور لواطت کی دلالی کرنا۔ (۳۸) مسلمانوں کو دھوکا و فریب دینا اور ان کو گمراہ کرنا (۳۹) ریا کاری کرنا۔ (۴۰) گناہوں کو معمولی سمجھنا۔ (۴۱) لوگوں کو خدا کے عذاب سے بے خوف کرنا (۴۲) حلال روزی کو حرام قرار دینا اور حرام کو حلال قرار دینا۔ (۴۳) مساجد میں ذکر خدا سے روکنا (۴۴) حق و حقیقت کا چھپانا (۴۵) کفار کی رسم و رواج کی پابندی کرنا (۴۶) چوری ڈاکہ زنی کرنا۔ (۴۷) آیاتِ خداوندی کو جھٹلانا۔ (۴۸) مساحقہ کرنا (عورت کا عورت سے اکتفا کرنا) (۴۹) غیر مستحق پر لعن طعن کرنا۔ (۵۰) عورت کا بلا اجازت شوہر کے گھر سے باہر نکلنا۔ (۵۱) عورت کا پردہ نہ کرنا۔ (۵۲) داڑھی مونڈنا اور منڈوانا (۵۳) دین میں بدعت ایجاد کرنا۔

یضیق عن ذکر بالظاق البیان و اللہ المستعان وعلیہ فی ترکھا التکلان

فائدہ: اس مقام پر دو چیزوں کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اول یہ کہ قرآن مجید میں وارد ہے۔

ان تجتنبوا کبائر ماتنھون عنہ نکفر عنکم سیاتکم اگر تم (باوجود قدرت برگناہ) کبیرہ گناہوں سے اجتناب کروگے تو ہم تمہاری (چھوٹی) برائیاں معاف کر دیں گے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود قدرت محض خوف خدا کی وجہ سے گناہان کبیرہ ترک کرنے سے گناہان صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں دوسرے یہ کہ حدیث میں وارد ہوا ہے: لاصغیرۃ مع الاصرار و لا کبیرۃ مع الاستغفار گناہ کبیرہ استغفار کرنے سے کبیرہ نہیں رہتا (معاف ہو جاتا ہے) اور بار بار کرنے سے صغیرہ گناہ صغیرہ نہیں رہتا (بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے) اس لیے جہاں گناہانِ کبیرہ کے اِرتکاب سے اجتناب لازم ہے وہاں گناہانِ صغیرہ پر اصرار سے بھی احتراز ضروری ہے۔ کیونکہ ان تمام گناہوں کے ارتکاب سے آدمی کا نور ایمان سیاہ اور حال تباہ ہو جاتا ہے اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ اس آدمی کے دل سے جائز و ناجائز حلال و حرام اور گناہ و ثواب کا تصور بھی ختم ہو جاتا ہے۔

وغیر ذاک من الکبائر یضیق عن ذکر بالظاق الھیان واللہ المستعان و علیہ فی ترکھا التکلان

اور اس کا نتیجہ بے دینی کی موت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے: و کان عاقبۃ الذین اسائوا السوء ان کذبوا بآیات اللہ۔ یعنی جو لوگ مسلسل برائی کرتے رہتے ہیں ان کا انجام یہ ہوتا ہے کہ آیاتِ الٰہیہ کو جھٹلا کر (یعنی کافر ہو کر) مرتے ہیں۔

(اعاذنا اللہ و جمیع المؤمنین منہ)

باب التفسیر

قتل نفس محترمہ سخت ترین گناہ ہے

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی
موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْكُمْ وَ یَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْۤا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِیْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْكُمْ وَ یُلْقُوْۤا اِلَیْكُمُ السَّلَمَ وَ یَكُفُّوْۤا اَیْدِیَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۹۱﴾ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَاً ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ فَدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ ؗ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۹۲﴾ وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ﴿۹۳﴾

(سورۃ النساء: ۹۱ تا ۹۳)

ترجمۃ الآیات

عنقریب تم کچھ ایسے لوگ (منافق) پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں۔ لیکن وہ جب کبھی فتنہ و فساد کی طرف بلائے جاتے ہیں تو اوندھے منہ اس میں جا پڑتے ہیں۔ لہٰذا اگر یہ لوگ تم سے کنارہ کشی نہ کریں اور تمھاری طرف صلح و آشتی کا ہاتھ نہ بڑھائیں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو پھر انھیں پکڑو اور جہاں کہیں انھیں پاؤ قتل کرو۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم نے تمھیں کھلا غلبہ عطا کیا ہے۔ (۹۱)

کسی مُسلمان کے لیے روا نہیں کہ وہ کسی مُسلمان کو قتل کرے، مگر غلطی سے۔ اور جو کوئی کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے (تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ) ایک مومن غلام آزاد کیا جائے اور خون بہا اس کے گھر والوں (وارثوں) کو ادا کیا جائے۔ مگر یہ کہ وہ لوگ خود (خون بہا) معاف کر دیں۔ پھر اگر مقتول تمھاری دشمن قوم سے تعلّق رکھتا ہو مگر وہ خود مُسلمان ہو تو پھر (اس کا کفارہ) ایک مومن غلام کا آزاد کرنا ہے اور اگر وہ (مقتول) ایسی (غیر مسلم) قوم کا فرد ہو جس کے اور تمھارے درمیان (جنگ نہ کرنے کا) معاہدہ ہے تو (کفارہ میں) ایک خون بہا اس کے وارثوں کے حوالے کیا جائے گا۔ اور ایک مُسلمان غلام بھی آزاد کیا جائے گا اور جس کو (غلام) میسر نہ ہو تو وہ مسلسل دو مہینے روزے رکھے گا۔ یہ اللہ کی طرف سے (اس گناہ کی) توبہ مقرر ہے۔ خدا بڑا جاننے والا اور بڑا حکمت والا ہے۔ (۹۲)

اور جو کوئی مُسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے، اس کی سزا دوزخ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب ہوگا، اور اللہ اس پر لعنت کرے گا، اور اس نے اس کے لیے عذابِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔ (۹۳)

تفسیر الآیات

ستجدون اٰخرین ......الاٰیۃ

مذکورہ بالا تینوں آیتوں میں کھلے ہوئے کافروں کی تین قسموں کا تذکرہ ہے جو اوپر مذکور ہیں۔ واضح ہونا چاہیے کہ ایک ہی عمل کے محرکات مختلف ہوتے ہیں جن کا پتا طریق کار سے چلتا ہے۔ کافروں میں ایک گروہ تو وہ ہے جو شمشیر بکف مُسلمانوں کے سامنے ہے اوران سے جنگ کرتا ہے۔ اس گروہ سے کسی رعایت کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے علاوہ دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، جو سردست جنگ نہیں کر رہے ہیں، پہلے تو وہ صلح جو کافر جو واقعی جنگ کو پسند نہیں کرتے۔ مگر ان کے ضمیر میں اتنی روشنی پیدا نہیں ہوئی کہ وہ ایمان اختیار کرلیں وہ قلبی طور پر جنگ سے گھبراتے ہیں، نہ وہ مُسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہیں اور نہ ہی اپنی قوم یعنی ان کفار سے جو برسر جنگ ہیں، تصادم کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے مُسلمانوں کے ساتھ صدق دل سے مصالحانہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کے لیے قرآن کہتا ہے کہ ان کی اس صلح پسندی کی مُسلمانوں کو قدر کرنی چاہیے۔ اوران کے خلاف کوئی اقدام کرنے کا انھیں ہرگز کوئی حق نہیں ہے۔

دوسرے وہ جو اس وقت جنگ تو نہیں کر رہے ہیں مگر یہ جنگ نہ کرنا ان کا واقعی صلح پسندی کی بنا پر نہیں ہے بلکہ ایک منافقانہ چال ہے۔ وہ جنگ کرنا پسند نہیں کرتے، اس لیے کہ وہ ابھی اپنے کو خطرہ میں ڈالنا نہیں چاہتے۔ جب تک انھیں یہ اطمینان نہیں ہے کہ فتح مُسلمانوں کو ہوگی یا کافروں کو، وہ الگ تھلگ رہنے کا اظہار کرتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ اگر مُسلمانوں کو فتح ہو تو مُسلمانوں کے ہاتھ سے وہ خطرہ میں مبتلا نہ ہوں اوراگر کفار کو فتح ہو تو ان کے ہاتھ سے بھی انھیں آزار نہ پہنچے۔

اسے قرآن مجید نے ان لفظوں میں کہا ہے کہ: "یریدون ان یامنوکم و یامنوا قومھم"۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی جماعت سے بھی۔ مگر ذرا انھیں اطمینان ہو کہ مُسلمان کمزور ہیں اور ان کے خلاف کوئی ہنگامہ خود ان کے لیے باعث نقصان نہیں ہے۔ تو وہ ایک دم ہنگامہ کے اندر کود پڑیں گے۔ ایسے لوگ جن کا کردار یہ ظاہر ہو جائے، پھر کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں اوران کا جان و مال محفوظ نہیں ہے۔ قرآن مجید کے ان تفصیلات سے ظاہر ہے کہ یہ تصور کہ اسلام میں ہر کافر کا جان و مال اور انسان کی بحیثیت انسان کوئی قدر و قیمت نہیں، درست نہیں ہے، اور یہ اقسام جو کافروں کے بیان ہوئے ہیں اوران کے ساتھ رویہ میں جو فرق قرار دیا گیا ہے وہ بالکل فتوائے عقل و اخلاق کے مطابق ہے۔ اس لیے وہ ہر دور میں قائم ہے اور منسوخ قرار دیے جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (فصل الخطاب)

اسلامی تعلیماتِ جہاد کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام دو حالتوں کے سوا اور کسی حال میں بھی قتل نفس کی اجازت نہیں دیتا۔

① ایک جہاد یعنی لڑائی کی حالت میں جبکہ جنگ خود کافروں نے چھیڑی ہو۔

② دوسرے قانون کی رو سے جب کوئی مجرم اپنے جرم کی وجہ سے قتل کا مستوجب ہو۔ جیسے کسی قاتل کو

قتل کے بدلے قتل کرنا۔

اس سے بڑھ کر اسلام کی امن میں اعتدال پسندی کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟

وما کان لمؤمن ...... الآیۃ

قتل نفس محترمہ سخت ترین گناہ ہے

قتل نفس محترمہ نہ صرف یہ کہ گناہانِ کبیرہ میں سے ہے بلکہ تمام سماجی و معاشرتی گناہوں میں سے سخت و سنگین ترین گناہ ہے اور اس کی روک تھام پر انسانی جان کا تحفظ موقوف ہے اور اس کے سد باب کا انحصار شرع اقدس کی حدود اسلامی کے اجراء پر ہے۔ ارشادِ قدرت ہے: "ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب"۔ اے صاحبانِ عقل قصاص میں تمھارے لیے زندگی ہے۔ چونکہ قتل کے اثرات بڑے دور رس ہوتے ہیں اور بعض اوقات پورے معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں جیسا کہ ارشادِ قدرت ہے: "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا" (سورۃ المائدۃ: ۳۲) جس نے ایک نفس کو بلا وجہ قتل کیا، اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔

قتل کی سزا سخت ترین ہے

اس بنا پر اس کی دنیوی اور اخروی سزا بھی بہت سخت مقرر کی گئی ہے۔ جناب پیغمبر اسلام فرماتے ہیں کہ اس خدائے قادر کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر زمین و آسمان کی تمام مخلوق کسی مومن کا خون بہانے میں شریک ہو جائے، تو خدائے قہار سب کو ناک کے بل اوندھا آتش دوزخ میں جھونک دے گا۔

(بحار الانوار جلد ۱۷)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی مومن کے قتل میں نصف کلمہ کے ساتھ بھی اعانت کرے تو بروزِ قیامت اس کی دو آنکھوں کے درمیان لکھا ہو گا کہ یہ رحمت خداوندی سے مایوس ہے۔ (ایضاً)

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بندہ مومن کے قتل کی سزا وہی ہے جو کفر و شرک کی ہے۔ عملی گناہوں میں قتل نفس کے سوا کوئی ایسا گناہ نہیں ہے جس کی سزا خلود فی النار ہو۔ کافر و مشرک مخلّد فی النار ہوں گے اور مومن کا قاتل بھی مخلّد فی النار ہو گا۔ (فجزائہ جھنم خالدا فیھا)

قتل کا سب سے زیادہ اثر مقتول کے اولیاء پر پڑتا ہے

کسی آدمی کے قتل سے اگرچہ معاشرہ کی بہت سی کڑیاں متاثر ہوتی ہیں۔ مگر اس کا سب سے زیادہ اور براہِ راست اثر مقتول کے اولیاء پر پڑتا ہے۔ وہی سب سے زیادہ اس سے متاثر ہوتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں اور چونکہ اسلامی شریعت عقل و فطرت کے عین مطابق ہے، اس لیے وہ نہ صرف یہ کہ انسانی مفادات کا تحفظ کرتی ہے بلکہ ان کے نقصانات کا ازالہ بھی کرتی ہے۔ اس لیے اس نے مقتول کے اولیاء کو تین باتوں میں سے ایک کا اختیار دیا ہے۔

① قاتل کو قصاص میں قتل کریں۔

② اس سے خون بہا لیں۔

③ یا پھر معاف کر دیں۔

"ذلك تخفيف من ربهم و رحمة" یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ شریعت موسوی میں صرف قصاص کا حکم تھا۔ ان کو دیت لینے یا معاف کرنے کے حق سے محروم کر دیا گیا تھا۔ مگر شریعت اسلامیہ میں مذکورہ بالا تین چیزوں میں سے کسی ایک کے اختیار کرنے کی سہولت دی گئی ہے کہ اگر طبعی و فطری رجحان کے مطابق قاتل سے قصاص و انتقام لینا چاہیں تو وہ لے لیں۔ اور اگر کسی مصلحت کی بنا پر دستبردار ہو کر دیت (خون بہا) لینا چاہیں تو وہ لے لیں۔ اور اگر اعلیٰ انسانی و اسلامی اقدار کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے معاف کرنا چاہیں تو معاف کر دیں۔ واللہ یحب المحسنین۔

قتل کے اقسام

قتل کی تین قسمیں ہیں:

(۱) قتل عمد (۲) قتل شبیہ بعمد اور (۳) قتل خطاء

ان تینوں کے احکام الگ الگ ہیں۔

قتل عمد: اس کی مذکورہ بالا دنیوی تین سزاؤں کے علاوہ اخروی طور پر خدائے قہار نے پانچ سزائیں بیان کی ہیں۔ (۱) جہنم (۲) اس کا خلود (۳) اللہ کا قہر و غضب (۴) اس کی لعنت (۵) عذابِ عظیم۔

اس کے علاوہ آیت کی یہ تشریح بھی وارد ہوئی ہے کہ کسی مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ ایمان کی بنا پر وہی قتل کرے گا جو خود ایمان سے خالی ہوگا۔ اور ہمارے یہاں یہ صراحت بھی وارد ہوئی ہے کہ نبی یا وصی نبی کا جو قاتل ہو اس کی توبہ بھی قابل قبول نہیں ہے۔ (فصل الخطاب بحوالہ تفسیر قمی)

بلکہ بعض احادیث میں یہ بھی وارد ہے کہ جو شخص مومن کو اس کے ایمان کی وجہ سے قتل کرے اس کی توبہ قبول نہیں ہے (اور اگر کسی دنیوی وجہ سے اسے قتل کرے تو پھر اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے) (تفسیر صافی، برہان)

باب الحدیث

بزرگوں کا احترام کرنے کا ثواب

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

① عبداللہ بن سنان بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: ایک سفید ریش بزرگ کا احترام کرنا گویا خدائے تعالیٰ کا احترام کرنا ہے۔ (اصول کافی)

② حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا کہ جو شخص سن و سال میں ایک بزرگ آدمی کا احترام کرے اسے خداوند عالم قیامت کی جزع فزع سے محفوظ رکھے گا۔ (اصول کافی)

③ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے فضل و کمال کا وہی شخص انکار کر سکتا ہے جو منافق ہو۔

① بوڑھا مسلمان
② حامل قرآن
③ امام عادل و معصوم

(اصول کافی)

④ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے، فرمایا: جو شخص بوڑھے مومن کی توہین کرے تو خدا اس کی موت سے پہلے اس بندہ کو بھیجے گا جو اس کی توہین کرے گا۔ (اصول کافی)

⑤ نیز انہی حضرتؑ سے منقول ہے، فرمایا: جو شخص ہمارے بزرگوں کا احترام نہ کرے اور ہمارے خوردوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (اصول کافی)

وفیہ کفایۃ لمن لہ ادنی درایۃ

مطابق فتویٰ: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی

غیبتِ امامِ زمانہؑ میں سنت نمازیں

سائل: میر عباس علی

سوال نمبر ۷۲۹: کیا غیبتِ امام زمانہ علیہ السلام میں نمازِ جمعہ کی بجائے نمازِ ظہر ادا کرنا گناہ ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! امامؑ کا زمانِ حضور کہو یا غیبت کا دور، جمعہ کے دن اپنے شرائط مقررہ کے تحت نمازِ جمعہ پڑھی جاتی ہے۔ اور اگر شرطیں نہ پائی جائیں یا اور کسی وجہ سے نمازِ جمعہ نہ پڑھی جا سکے تو پھر اس کی جگہ نمازِ ظہر پڑھی جاتی ہے۔

سائل: ابوصلاح الجعفری، عرفان سید

سوال نمبر ۷۳۰: ''دقائق اسلام'' میں آپ کا یہ فتویٰ شائع ہوا:

سوال: کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام ہر مرنے والے کی قبر میں پہنچیں گے اور اس کے لیے کئی کتابوں سے حوالہ جات بھی دیتے ہیں۔ اس کا عقلی اور قرآن و احادیث سے جواب مُستفید فرمائیں۔

جواب: باسمہ سبحانہ: اس بات کا تذکرہ نہ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں ہے اور نہ ہی چہاردہ معصومین علیہم السلام کے فرمان میں ہے۔ تو پھر کس طرح اس غیر معقول بات پر عقیدہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ لوگ تو بہت سی بے بنیاد باتیں کہتے اور کرتے رہتے ہیں۔

میری نظر میں یہ فتوا علمی نہیں، قبلہ صاحب فرما رہے ہیں: اس بات کا تذکرہ نہ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں ہے اور نہ ہی چہاردہ معصومین علیہم السلام کے فرمان میں ہے۔ جبکہ قبر میں تجسّم اعمال خود ایک بحث ہے۔ باقی یہ صریحاً ظلم ہے کہ کہا جائے کہ اس طرح کی بات احادیث محمد و آلِ محمد علیہم السلام میں نہیں آئی۔ احادیث موجود ہیں، ان پر اجمالی عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی حدیث:

عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: ان العبد اذا ادخل قبرہ اتاہ منکر ففزع منہ یسال عن النبی صلی اللہ علیہ و الہ فیقول لہ: ما تقول فی ھذا الرجل الذی کان بین اظھرکم؟ فان کان مومنا قال: اشھد انہ رسول اللہ جاء بالحق، فیقال لہ: ارقد رقدۃ لا حلم فیھا، و یتنحی عنہ الشیطان، و یفسح لہ فی قبرہ سبعۃ اذرع، و یری مکانہ من الجنۃ، قال و اذا کان کافرا قال: ما ادری، فیضرب ضربۃ یسمعھا کل من خلق اللہ الا الانسان و سلط علیہ الشیطان

اس حدیث میں مومن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر پہچانے گا اور اس کی جزا پائے گا۔ اسی طرح کافر

نہیں پہچانے گا اور اس کی سزا پائے گا۔

دوسری حدیث:

عن ابن ظبیان قال: کنت عند ابی عبداللہ علیہ السلام فقال: ما یقول الناس فی ارواح المؤمنین بعد موتھم" قلت: یقولون: فی حواصل طیور خضر، فقال: سبحان اللہ المؤمن اکرم علی اللہ من ذلك، اذا کان ذلك اتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ و علی و فاطمۃ و الحسن و الحسین علیہم السلام و معھم ملائکۃ اللہ عزو جل المقربون، فان انطق اللہ لسانہ بالشھادۃ لہ بالتوحید، و للنبی صلی اللہ علیہ و الہ بالنبوۃ، و الولایۃ لاھل البیت شھد علی ذلك رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ و علی و فاطمۃ و الحسن و الحسین علیہم السلام و الملائکۃ المقربون معھم، و ان اعتقل لسانہ خص اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ و الہ بعلم ما فی قلبہ من ذلك فشھد بہ، و شھد علی شھادۃ النبی علی و فاطمۃ و الحسن و الحسین علی جماعتھم من اللہ افضل السلام، و من حضر معھم من الملائکۃ

(بحار الانوار جلد۶ صفحہ ۲۲۹ حدیث ۳۲)

تیسری حدیث:

روی المفید باسنادہ عن ام سلمۃ رضی اللہ عنھا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ لعلی علیہ السلام: یاعلی ان محبیك یفرحون فی ثلاثۃ مواطن عند خروج انفسھم و انت ھناك تشھدھم، و عند المسألۃ فی القبور و انت ھناك تلقنھم، و عند العرض علی اللہ و انت ھناك تعرفھم (بحار الانوار جلد۶ صفحہ ۲۰۰)

احادیث کی شرح میں علامہ مجلسی نقل فرماتے ہیں

ام سلمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو علیؑ سے کہتے سنا کہ اے علیؑ! تمھارے محبّ تین جگہوں پر خوشی پائیں گے۔

① جب ان کی روح قبض ہو رہی ہوگی تو آپ وہاں ہوں گے۔

② جب قبر میں سوال جواب ہو رہی ہوگی تو آپ ان کو تلقین کریں گے۔

③ (جب اعمال پوچھے جائیں گے قیامت میں تو آپ ان کو پہچنوائیں گے) کہ یہ میرا ہے۔ اور جان کنی کی حالت میں اہل بیت علیہم السلام کا آنا قطعی ہے۔

علامہ مجلسیؒ ان تمام روایت واقعوں کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اعلم ان حضور النبی صلی اللہ علیہ و الہ و الائمۃ صلوات اللہ علیھم عند الموت مما قد ورد بہ الاخبار المستفیضۃ و قد اشتھر بین الشیعۃ غایۃ الاشتھار، و انکار مثل ذلك لمحض استبعاد الاوھام لیس من طریقۃ الاخبار

خلاصہ کلام کہ ان باتوں کو رد کرنا اپنے وہم کی وجہ سے ہے روایات کی رو سے نہیں۔

سید صادق کا فتوٰی

رقم السوال ۱۰۴:

السوال:

سماحۃ ایۃ اللہ العظمی السید محمد صادق الحسینی الروحانی (دام ظلکم الشریف هل صحیح انه لا توجد شفاعة فی عالم البرزخ و تکون الشفاعة فی یوم القیامة

وشکراً

الجواب: بسمہ جلت اسماؤہ

الذی یتحصل من الأیات و الروایات ان الشفاعۃ انما تقع فی القیامۃ و بتعبیر احد الاکابر: أخر موقف من مواقف یوم القیامۃ

و اما فی نشاۃ البرزخ فتدل الأیۃ و النصوص علی حضور النبی صلی اللہ علیہ و الہ و الائمۃ علیہم السلام عند الموت و عند مسالۃ القبر و اعانتہم ایاہ علی الشدائد، و ھو انما یکون من قبیل التصرفات و الحکومۃ الموھوبۃ لھم باذن اللہ تعالیٰ و التفصیل فی مکان أخر

التاسع من جمادی الاولی لعام ۱۴۲۳

محمد صادق الحسینی الروحانی

الجواب: باسمہ سبحانہ! قبل ازیں کسی مناسب مقام پر یہ حقیقت واضح کی جاچکی ہے کہ عقیدہ کے مقام میں دو چیزوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ ① آیاتِ محکمات، یا② روایات متواترات۔ اور یہاں دونوں چیزیں مفقود ہیں۔ نہ آیاتِ محکمات ہیں اور نہ روایاتِ متواترات۔ بلکہ صرف یہ دو اڑھائی روایات ہیں جو بحارالانوار کے حوالہ سے نقل کی گئی ہیں اور وہ بھی اخبار احاد اور وہ بھی ضعیف السند...... مزید ان کے معنی و مفہوم میں کلام کی گنجائش ہے۔ واضح المفہوم نہیں ہیں۔ اور وہ بھی موت کے وقت نہ کہ قبر میں۔ بہرحال ان امور کی مکمل تحقیق کے شائق کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد اور اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ کا مطالعہ فرمائیں۔ تسلی ہوجائے گی۔ ان شاء اللہ۔ ایسا عقیدہ رکھنے والے کہ سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام بنفسِ نفیس ہر مرنے والے کی موت کے وقت اور اس کی قبر میں بھی تشریف لاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ ہر وقت ہر شب و روز میں جاری و ساری ہے تو ان کو سوچنا چاہیے کہ وہ ذواتِ مقدسہ جنت الفردوس میں آرام کب فرماتے ہیں؟ آیا ہر وقت میں دوڑ شروع رہتی ہے کہ اس کی موت کے وقت اس کے پاس، اس کی موت کے بعد اس کی قبر میں۔ ؎

ہرگز نہ ہوئے لغزش سخن سے آگاہ
لا حول و لا قوۃ الا باللہ

اس علمی دور میں ایسے خلاف عقل و فطرت عقائد رکھنے سے اجتناب لازم ہے۔

علاوہ بریں ایسے لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ سرکار معصومینؑ کے ظاہری حین حیات میں بھی تو مشرق و مغرب اور پوری کائنات میں موت و حیات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ مگر وہ تو اپنے مقام پر رہتے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے بھی کہیں غائب نہیں ہوتے تھے۔ اس بارے میں کیا کہا جائے گا؟

واضح رہے کہ فتوے فروع دین میں چلتے ہیں، اصول دین و مذہب میں فتووں سے کام نہیں چلتا۔ اہل علم و عقل کو غور کرنا چاہیے کہ یہ عقیدہ (جو کہ جسم واحد کے آن واحد میں مُتعدّد مقامات پر حاضر ہونے پر مشتمل ہے جو کہ ایسا محال عقلی ہے کہ جسے کوئی مُعجزہ بھی بروئے کار نہیں لاسکتا۔ بہتر ہے یا وہ نظریہ صحیح ہے جسے سرکار علامہ جزائری نے انوارِ نعمانیہ میں پیش کیا ہے کہ جب

مرنے والا مر رہا ہوتا ہے تو اس کی نگاہیں آسمان کی طرف ہوتی ہیں اور جنت آسمانوں میں ہے اور سرکار محمد و آلِ محمد علیہم السلام اس میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو خلاقِ عالم مرنے والے کی آنکھوں سے حجاب ہٹا دیتا ہے اور وہ بچشمِ خود مشاہدہ کرتا ہے کہ وہ حضرت رسولِ خدا ہیں اور وہ حضرت علی مرتضیٰؑ ہیں و ہکذا......

ارشادِ قدرت ہے "فکشفنا عنك غطاءك فبصرك الیوم حدید" جس طرح ہر آدمی سورج کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے یہ سورج ہے، پس اگر مرنے والا مومن ہو تو خوشحال ہو کر مرتا ہے اور اگر منافق ہو تو حسرت و یاس کی تصویر بن کر مرتا ہے۔

اس موضوع کی مزید تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ کا مطالعہ فرمائیں۔

وفیه کفایة لمن له ادنی درایة ۔ انشاء الله

امیر مُختار کا قاتلانِ حسین علیہ السلام سے انتقام

سائل: محمد اشرف جعفری

سوال نمبر ۷۳۱: السلام علیکم، علامہ صاحب قبلہ جناب کیا امیر مُختار کا قاتلانِ حسینؑ کو قتل امام سجّادؑ کی اجازت سے تھا؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ۔ اگرچہ اس مسئلہ میں شدید اختلاف ہے، حتی کہ علامہ مجلسیؒ جیسے بزرگوار فرماتے ہیں کہ: انا من شانه من المتوقفین میں مُختار کے حالات کے بارے میں توقف کرنے والوں میں سے ہوں۔ (عاشر بحار)

مگر میں نے اپنی کتاب سعادۃ الدارین فی مقتل الحسینؑ میں ثابت کیا ہے کہ جناب مُختار کی کارروائی پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام راضی تھے۔

نمازِ جنازہ میں علی علیہ السلام کا نام لینا

سائل: باقر رضا زیدی

سوال نمبر ۷۳۲: نمازِ جنازہ میں علی علیہ السلام کا نام لیا جا سکتا ہے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! نمازِ جنازہ ہو یا کوئی اور شرعی عبادت و عمل، وہ بالکل اسی طرح بجا لانا چاہیے جس طرح سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام نے عمل کیا ہے۔ اس میں ہرگز کوئی کمی یا بیشی کرنے کا ہمیں کوئی اختیار نہیں ہے۔ قیامت تک ان کا اسوۂ حسنہ ہی قابلِ عمل اور لائق تقلید و تاسی ہے۔

حضرت ام کلثومؑ کے شوہر کا نام

سائل: غلام فرید ہرل

سوال نمبر ۷۳۳: علامہ صاحب السلام علیکم!

مجھ کو حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کے شوہر کا نام معلوم کرنا ہے۔ اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپؑ کے شوہر نامدار کا نام جناب عون بن جعفر طیار تھا، جو کہ آپؑ کے چچا زاد تھے اور جناب عبداللہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ اور جو کہ مخالفین نے مشہور کر رکھا ہے کہ اس کی حیثیت ایک افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے...... تفصیل معلوم کرنے کے لیے ہماری کتاب تجلیاتِ صداقت کا مطالعہ کیا جائے۔

تقطیر البول والے کی نماز

سائل: سید فراز احمد رضوی

سوال نمبر ۷۳۴: جنابِ عالی! اگر کسی شخص کو قطرہ قطرہ پیشاب آتا ہو تو نماز کیسے ادا کی جائے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! اگر کچھ وقفہ ملتا ہو تو کپڑا بدل کر اور نیا وضو کر کے مختصر واجبی اذکار پر اکتفا کرتے ہوئے نماز ادا کرے۔ اور اگر اتنا وقفہ بھی حاصل نہ ہو تو لنگوٹ کس کر باندھ لے، تاکہ نجاست کپڑے اور بدن تک سرایت نہ کرے اور پھر مختصر نماز ادا کرے۔ واللہ العالم والغافر۔

قرآن کے علاوہ باقی آسمانی کتابوں میں تحریف کی وجہ

سائل: شونما ڈرڈ

سوال نمبر ۷۳۵: السلام علیکم! ایک سوال پوچھنے کی جسارت کر رہا ہوں، اس کا جواب نہیں معلوم کر پا رہا۔ سورت الحجرات آیت ۹: ہم نے اس ذکر (قرآن) کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کیا انجیل، زبور، اور تورات اللہ نے نہیں اتاریں؟ اگر ہاں تو تحریف کیسے ہوگئی۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ! بے شک سب آسمانی کتب خداوندی عالم نے اتاری ہیں۔ مگر کسی بھی کتاب میں سوائے قرآن مجید کے اس کی حفاظت کی ضمانت خدا نے نہیں دی۔ اس لیے باطل نوازوں نے تحریف کی۔ مگر چونکہ خدا نے حفاظت کی ضمانت نہیں دی تھی، لہٰذا حفاظت نہیں فرمائی۔ ہاں البتہ قرآن مجید کی حفاظت کی قادرِ مطلق نے ضمانت دی ہے۔ "انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون" لہٰذا وہ رحیم و کریم اپنے وعدہ کے مطابق ہر قسم کی تحریف سے قرآن مجید کی حفاظت فرما رہا ہے۔ ع

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ماتم کرنا

سائل: حسن بدانی

سوال نمبر ۷۳۶: السلام علیکم! علامہ صاحب! کیا ماتم کرنا جائز ہے۔ اور تشہد میں شہادتِ ثالثہ پڑھنی چاہیے؟

الجواب: باسمہ سبحانہ! وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ! ان دونوں مسئلوں کا اس سے پہلے جواب پیش کر دیا گیا ہے۔ اعادہ و تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔

قمہ زنی

سائل: مدثر علی

سوال نمبر ۷۳۷: میرا سوال قمہ زنی سے متعلق ہے۔

الجواب: باسمہ سبحانہ! قبل ازیں ایک ایسے ہی سوال کا جواب دیا جا چکا ہے کہ جہاں جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو اس اقدام سے اجتناب لازم ہے۔ ارشادِ قدرت ہے: "لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ" (اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو) اگر ساری قوم قمہ زنی کر کے مر جائے تو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشن کو کیا فائدہ ہوگا؟ وہ کام و اقدام کرنا چاہیے جس سے آنجنابؑ کے کام و اقدام کو تقویت حاصل ہو اور وہ کام شریعت اسلامیہ پر عمل کرنا ہے وبس۔

☆

جوابؑ کے منتظر رہیں گے

محترم رضوی صاحب! اجتہاد کی اہمیت کو مزید واضح کرنے کے لیے رائج الوقت ایک مشہور و معروف عمل کو اس غرض سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں تاکہ معلوم کر سکیں کہ اجتہاد کے بغیر آپ کا محکمہ قانون ایسے مسائل و معاملات سے کیسا سلوک کرتا ہے؟

دورِ حاضر میں رواج عام ہے کہ گائے بھینس کی افزائش نسل کی غرض سے نر و مادہ کے فطری ملاپ کی بجائے مصنوعی طریقہ سے مادۂ تولید رحم مادہ میں رکھ دیا جاتا ہے۔ ہمارے محدود علم کے مطابق قرآن و حدیث میں کوئی واضح ارشاد موجود نہیں اور نہ ہی زمانہ معصومینؑ میں اس کی ایسی کوئی مثال جسے آپ جیسے ڈھڈھو منے بطور دلیل پیش کر سکیں، جبکہ اس غیر فطری طریقہ سے حاملہ ہونے والی اور پھر وضع حمل کے بعد اسی مادہ گائے بھینس کا دودھ آپ سمیت ہر خاص و عام بلا تکلّف استعمال میں لاتا ہے۔

محترم! صرف اتنا بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں کہ اجتہاد کے علاوہ آپ کے نزدیک کوئی ایسا قابلِ قبول کلیہ و قاعدہ موجود ہے جس کے ذریعے سے آپ اس غیر فطری طریقے کو جائز اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے دودھ دہی، مکھن اور گھی کو حلال کہہ سکیں؟...... اگر صورتِ حال اسی طرح ہو تو ایک فقیہ قرآن و سنت کی روشنی میں تمام میسر وسائل بروئے کار لا کر ممکنہ جدوجہد کرتے ہوئے کسی فیصلہ و نتیجہ پر پہنچتا ہے تو اس فقیہ کی انہی کوششوں اور جدوجہد کا دوسرا نام اجتہاد ہے، جو مذہب اہل بیتؑ کے دائرے میں آنے والوں کے لیے جائز و حلال اور آپ جیسا باغیانہ، مُتعصّبانہ اور تخریبانہ دل و دماغ رکھنے والوں کے لیے باعثِ زحمت اور سبب تکلیف ہے۔

صاحبِ رسالہ کا غلیظ تجزیہ

بے ترتیب رسالہ کو ترتیب دینے والے اجتہاد و مُجتہدین کی توہین و تضحیک کرتے ہوئے یوں زہر افشانی کرتے ہیں کہ:

"جن شیعہ فقہاء نے اجتہاد کا راستہ اپنایا مُجتہد کہلوانے لگے اب آیت اللہ اور روح اللہ کہلواتے ہیں، جو ائمہ طاہرینؑ کے القابات ہیں۔ انفرادی طور پر ایک مسئلے میں اپنا اپنا اجتہاد کرنے لگے تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ۔ اگر ہم ان مُجتہدین عظام کو توضیح المسائل کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ایک ہی مسئلے پر مُتضاد فتوے ہیں۔ ایک بھی توضیح المسائل میں دین کے مسئلے پر معصومؑ کا فرمان نہیں ہوتا۔ سب اجتہاد ہی اجتہاد ہے۔ یعنی قرآن، حدیث، اجماع کو اپنی عقل سے استنباط اور

استخراج کی چکی میں پیس کر فتویٰ دے دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی دینی مسئلہ پر متضاد فتوے ہیں۔ لوگوں میں اختلاف کی وجہ بھی یہی ہے''۔ (صفحہ ۱۳)

رضوی صاحب اوران کے شوخ وشریر مرشد نے علماء وفقہاء کے خلاف غیر مؤدبانہ طرز تکلم اپنا کر جس خباثت اور کم ظرفی کا مظاہرہ کیا اس کے پیش نظر نہ ماننا پرلے درجے کی غلطی ہوگی کہ ان دونوں کی قلمی شوخیاں اور گستاخیاں اور روحانی گندگیاں و ناپاکیاں نقطہ رذالت اور حد ذلالت سے بہت آگے نکل چکی ہیں۔ یہ سب کچھ شاید اس غلط فہمی کی بنیاد پر کیا گیا کہ کوئی دوسرا اس طرح کے لب ولہجہ میں جواب دینے والا پیدا ہی نہ ہوا ہو۔ لیکن ان کی اس غلط فہمی یا خوش فہمی کو انشاء اللہ بہت جلد اتنا دور کردیں گے جتنی شرم وحیا ان سے دور ہے۔ ان کی بے ہودگی کے بہرالکاہل میں جو طغیانی آئی ہوئی ہے اسے سطح سکون پر لانے سے پہلے چند تاریخی اوراق الٹ کر حقائق کے شفاف آئینے میں انھیں ان کے حقیقی چہرے کی زیارکروانا ان کے اعتقادات و اعمال کی لڑکھڑائی صحت کی بحالی کے لیے نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔

منکرین اجتہاد کی خوارج سے مماثلت

فیصلہ کن مراحل میں داخل ہونے والی جنگ صفّین میں لشکر اسلام کی ظفرمندی چند قدم کے فاصلہ پر تھی کہ مکار وعیار اور درندہ صفت خونخوار ماؤں کے پستان چوسنے والوں کی شاطرانہ چال کے تحت نیزوں پر قرآن بلند کردینے کی صورت میں اسی لشکر حیدریہ میں شامل ایک ناعاقبت اندیش گروہ نے جناب علی علیہ السلام کو بے مقصد اور بے وقت جنگ بندی پر مجبور کردیا، جبکہ اس جنگ کا متوقع فیصلہ قیامت تک کے حالات پر مثبت انداز میں اثر انداز ہونے والا تھا۔ لیکن بدتمیز اور غیر مہذب ٹولے کی ہٹ دھرمی اور بے شرمی نے چیرتی پھاڑتی فاسق کش تلواروں کو نیاموں میں بند کرواکر ملت اسلامیہ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ملوکیت کی وحشت و بربریت کے خونی پنجوں کے حوالے کردیا۔ تاریخی اصطلاح میں اس بدتہذیب وبداطوار جماعت کو خوارج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

بعد ازاں اس آوارہ ریوڑ نے جناب علیؑ پر اتہامات والزامات کا ایسا گھٹیا اور کمینہ انداز اختیار کیا جسے دیکھ کر بدعہد بیعت شکنوں کے اسلاف کی روحیں بھی شرمندگی محسوس کرنے لگیں۔ علماء وفقہاء پر کیچڑ اچھالنے اور ان ے کارناموں میں کیڑے نکالنے والوں کی محفلوں مجلسوں میں اس نامعقول انداز کی ہر جھلک آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی جاسکتی ہے۔ کیونکہ ان فتنہ گروں کا سلسلہ تعلّق بھی اسی خارجی ٹولے سے قائم ہے جس نے جناب امیرؑ کے جنگی طریقہ کار اور کاری ضرب ووار میں مداخلت بے جا کا ارتکاب کرکے میدانِ صفّین میں فتنہ وفساد اور شر وعناد کے پودے کی جڑیں کاٹنے میں رکاوٹی دیوار کھڑی کردی اور اگر وہ ایسا نہ کرتے تو بعد میں ملت اسلامیہ کو اس منحوس درخت کی شاخوں پر پکنے والے بدذائقہ پھل کھانے کی نوبت نہ دیکھنی پڑتی جو آج تک درپیش ہے۔

علماء حقہ کی مصروفیات

موجودہ حالات کے تناظر میں ہر ذی شعور دیکھ

بحال سکتا ہے کہ علماء حقہ مختلف اطراف میں باطل نواز شریر طاقتوں کے ایمان کش چالوں اور عمل کش چالوں سے مکتب تشیّع کو رسم ورواجوں کے زور اور قلندری ڈھول باجوں کے شور سے دور رکھنے کی خاطر قرآن و فرمان کی طاقت و صداقت کے ذریعے حفاظتی اقدامات اور دیگر کئی مناسب انتظامات کرنے میں مصروف ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی داخلی خارجی سازشی محاذوں پر علماء و فقہاء کی نظر ہے۔ مکتب تشیّع کو درپیش بے شمار مسائل کا سامنا اور ان سے حکمت وجرأت کے ساتھ نپٹنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے ہاتھ مضبوط اور حوصلہ افزائی کے لیے ان کی آواز پر لبیک کہا جائے۔ کیونکہ ان پیچیدہ معاملات اور نامساعد حالات میں کسی شریف الحسب اور صحیح النسب آدمی کو کسی جہت سے زیب نہیں دیتا کہ وہ علماء حقہ پر انگلیاں اٹھانے، پگڑی اچھالنے اور ان کی ٹانگیں کھینچنے کے فضول شغل میں مشغول ہو جائے۔

زمینی حقائق مختلف ہیں۔ حاجیوں کے لباس میں خارجیوں کا ایک مخصوص طبقہ علماء کرام اور فقہاء عظام کی جدوجہد، ان کے عظیم رتبے اور اعلیٰ مرتبے کو بے حقیر و بے توقیر کرنے میں پہلی صدی ہجری کے خارجیوں سے کسی رخ سے بھی دیکھیں تو کم نظر نہیں آتا۔ اس دور کے اہل فساد شیطان اور آج کے منکرین اجتہاد حیوان بدستور رشتہ رضاعت کے بندھن میں مضبوطی سے بندھے ہوئے ہیں۔ پچھلوں کی تو یہ کمی و کمزوری تھی کہ انھیں (بہ امر مجبوری) لبادہ اسلام اوڑھے ابھی چند برس ہی بیتے تھے، کفر وشرک کے نقش ونگار، زمانہ جاہلیت کے بناؤ سنگھار اور بدر واُحد میں لگنے والے گہرے زخموں

کے آثار تر وتازہ اور نمایاں تھے، ان چند بنیادوں کی بنیاد پر ان کا امامت کے خلاف خروج کسی حد تک سمجھ میں آتا ہے لیکن دورِ حاضر کے بد دماغ بے وقوفوں کے مزاج میں گستاخانہ اور باغیانہ جراثیم کا پیدا ہونا اس حوالے سے سمجھ سے بالاتر ہے کہ ولایت کے گن گانے اور ترانے سنانے کے باوجود حلقہ ولایت سے اس تیزی سے نکل رہے ہیں جس طرح تیر کمان سے نکلتا ہے۔ لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ آج کے مارقین اتنے طویل عرصے تک دین وشریعت کو دھوکا ہی دیتے آئے ہیں۔

منکرین اجتہاد کے مذموم مقاصد

ابتدائی دور کے بے ایمانوں کا قبلہ مقصود یہ تھا کہ تاجدارِ ولایت اور منارۂ ہدایت کو پریشانیوں میں مبتلا اور غیر ضروری مسائل میں اس قدر الجھا دیا جائے کہ روح دین الٰہی کو نابود اور امور شریعت کو مفقود کرنے والے کسی دشمن دین وایمان کا ہاتھ روکنے اور بات ٹوکنے والا مجبور و بے بس ہو کر شریعت کی حفاظت وسلامتی کی طرف دھیان ہی نہ دے سکے۔

دورِ حاضر کے فتنہ پروروں کی ٹیں ٹیں اور ٹاں ٹاں کا کئی بار تذکرہ کر چکے ہیں کہ وہ قلم وکلام کے اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنی فتنہ انگیز اور شر آمیز تقریروں سے علماء حقہ کی راہوں میں روڑے اٹکانے اور کانٹے بچھانے میں مسبوق الذکر طبقے سے دو ہاتھ آگے نہیں تو پیچھے بھی نہیں۔ ان کے تمام تر ناروا رویے ان کے غلیظ خیالات اور فاسد نظریات کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔ تب ہی تو وہ اس قسم کی طنزیہ زبان استعمال کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ جن علماء نے اجتہاد کا راستہ اپنایا

وہ مُجتہد کہلوانے لگے، اب آیت اللہ اور روح اللہ کہلواتے ہیں جو ائمہ طاہرینؑ کے القابات ہیں۔

کسی قوم کی بدقسمتی اور بدبختی کے لیے اتنا سرمایہ ہی کافی ہے کہ گلوکار اور اداکار اس قوم کے مبلغ اور مُفسّرِ قرآن کہلوائیں اور کئی دوسرے انھیں ایسا ہی سمجھنے لگ جائیں۔ اس طرح کے ناچنے گانے والے جو الفاظ کے عام معنی بھی نہ سمجھ پائیں وہ انہی الفاظ کو عنوان بنا کر کتابیں اور رسالے لکھنے بیٹھ جائیں۔

معانیٔ الفاظ کی وضاحت

رسالہ میں موجود ہفوات و مُہملات کے نقد جوابات بمع چند انعامات لے کر حاضر خدمت ہیں۔ سب سے پہلے لفظ ''آیت'' کے حوالے سے کچھ عرض کریں گے۔ کیونکہ صاحب رسالہ اس کا مفہوم سمجھنے میں ٹھوکر کھا کر اپنے ناک کی ہڈی تڑوا کر چہرے کو بدزیب بنائے بیٹھے ہیں۔ ''آیت'' کے لغوی معنی ''نشانی اور نشان'' کے ہیں۔ لیکن ان کی کم علمی اور تنگ نظری کا صدقہ ہے کہ وہ صرف قرآنی آیات کو آیت سمجھ کر اپنی خوابگاہ کے بغلی غسل خانے میں بند ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ تھوڑی دیر تازہ آب و ہوا کھانے باہر نکلیں تو انھیں ہوش آجائے گا کہ کئی الفاظ اپنے اندر کئی معنی و مفہوم رکھتے ہیں اور موقع ومحل کے اعتبار سے ایسے الفاظ کا کوئی ایک معنی مراد لیا جاتا ہے۔

☆ اس طرح کے الفاظ میں سے ایک لفظ ''وحی'' ہے جو انبیاء و رسل پر ہوتی ہے لیکن قرآن یہ خبر بھی دیتا ہے کہ اللہ نے شہد کی مکھی پر ''وحی'' کی، مادر حضرت موسیٰؑ اور حضرت مریمؑ پر بھی ''وحی'' ہوئی۔ لفظ تو ایک ہی ہے لیکن موقع ومحل کے تحت ہر مقام پر ایک الگ، معنی و مفہوم اور جدا طریقہ کار ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ ''رسل'' ایک کوے کے بارے بھی زیر استعمال ہے۔ اور ان فرشتوں کو بھی کہا گیا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو بیٹے کی خوشخبری اور بعد ازاں قوم لوط پر سنگباری کر کے اسے بعد میں آنے والوں کے لیے نشانی (آیت) بنانے آئے تھے۔ اور ان مُنتخب لوگوں کو بھی رسول ہی کہا گیا ہے جو انسانیت کی ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے۔

☆ اللہ پاک کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک نام ''علیم'' ہے۔ اللہ عالم ہے، محمدؐ و آلِ محمدؐ بھی عالم ہیں، ان کے علاوہ بھی عالم ہو گزرے ہیں اور اب بھی ہیں۔ حتیٰ کہ وہ بھی اپنے آپ کو عالم کہلواتے ہیں جو احمق الناس یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ وہ قرآن سے پانچ ایسی آیتیں دکھا سکتے ہیں جو نماز سے روکتی ہیں اور اٹھارہ آیتیں ایسی پیش کر سکتے ہیں جن سے کلائی میں پہننے والے ''کڑے'' کے حق میں استدلال کیا جا سکتا ہے۔ ذہن نشین رہے کہ اسی نرالی نسل کا استدلالی علم رکھنے والے علماء (جہلا) اصولِ دین کی خستہ حالی اور قوانین شریعہ کی پامالی کا باعث بن رہے ہیں۔

رضوی صاحب مُنہ کھنگال کر بتائیں کہ جب اللہ علیم ہے تو پھر کس بنیاد پر اللہ کے غیر کو عالم کہتے ہو؟ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ منسلک اس لقب پر دست اعتراض کیوں دراز نہیں کرتے؟ یہ بھی بتائیں کہ کیا ان سب کا عالم ہونا ایک جیسے معنی رکھتا ہے؟ جبکہ لفظ عالم کا اطلاق سب پر یکساں ہے۔

محترم! یاد رہے کہ اللہ کا عالم ہونا اور معنی میں

ہے، نبیؐ اور آل نبیؐ کا عالم ہونا کسی اور مفہوم کے تحت۔ امت محمدیہ میں کسی کا عالم ہونا ایک دوسری بات ہے اور بغیر علم کے عالم بن کر اجتہاد اور مُجتہد بن کے فتوے جاری کرنا ایک الگ ڈرامابازی ہے۔ جس کے تخلیق کاروں اور آپ جیسے فرضی کرداروں کو اس خشک بدمعاشی کے معنی و مفہوم سمجھانا ہمارے مضمون کا عنوان ہے۔

☆ جناب رسالت مآب ﷺ نے اپنے آپ اور اپنی آل کی بطور ''سیّد'' شناخت کروائی ہے، حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سیّد و سردار، ان کے نانا اور باباؑ ان کے سردار اور ان کی والدہ ماجدہ جنتی عورتوں کی سردار اور دیگر ائمہؑ مومنین کے سید و سردار ہیں...... رضوی صاحب! بھلا بتلائیں تو سہی کہ آپ کس روش سے سیّد اور کس کے سردار ہیں۔ فرصت نصیب ہو تو ذرا اس پر بھی غور فرمائیں۔ کیا آپ بھی اسی معیار اور اسی معنی میں ''سیّد'' ہیں، جس طرح نبی اور آلِ نبی ہیں؟

ہمیں آپ اور دیگر سادات کے سیّد ہونے میں مُطلق کسی قسم کا کوئی اعتراض اور شک نہیں۔ لیکن آپ کی عقل کی کھڑکیاں کھولنے اور سمجھنے سمجھانے کی تازہ ہوا کے جھونکوں سے آپ کی آشنائی کروانے کی غرض سے یہ عرض ہے کہ نبیؐ اور آلِ نبیؐ اور طرح کے سید اور آپ کسی اور طرز کے سید ہیں۔ سید دونوں ہیں۔ لیکن معیار اور معنی جدا جدا ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ جنت کے ''سیّدوں'' کی شان ہی الگ ہے، تو معاف کیجیے گا، ان سادات میں آپ کا شمار نہ ہو گا۔

الفاظ کے معنی و مفہوم کی وہ تصویر اور نسبت و مناسبت کا وہ مقام جسے آپ نے نہلا سجا کر زینت درو دیوار بنا رکھا ہے، اس کی رو سے اللہ کے علاوہ کسی اور کو عالم کہنا شرک، نبیؐ اور آلِ نبیؐ کے سوا کسی کو سیّد کہنا حد سے تجاوز، اور انبیاءؑ و مرسلینؑ کے بعد کسی کو وحی کا اہل ماننا توہین نبوت و رسالت کے زمرے میں آتا ہے۔ لیکن کسی کا ایسے سوچنا اس کے کنگلا ہونے کی ایک بڑی نشانی ہے۔ بفرض محال آپ کے تنگ علمی تھیلے سے نکلنے والی میاؤں میاؤں کرتی بھیگی بلی کو کچھ وقت کے لیے دھاڑنے چنگھاڑنے والا شیر تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر آپ ہی بتائیں کہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر ''الضالین'' اور ''ظالمین'' جیسے الفاظ جن کی وہاں موجودگی عام لوگوں کو عرصہ دراز سے بڑی عجیب لگتی آرہی ہے تو اب ان الفاظ کو معنی و مفہوم کے کس محمل پر سوار کریں گے؟

لفظ ''آیت'' کو بھی اسی نظر و انداز سے دیکھیں کہ علماء و فقہاء کن معنوں میں آیت ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ جس ایمان لیوا بھنور میں آپ پھنس چکے ہیں اس سے جان چھڑا کر کھلے دل و دماغ سے غور و فکر فرمائیں۔ بصورت دیگر ایک سے نکل کر دوسرے پھندے میں پھنستے چلے جائیں گے۔

لفظ آیت کی تشریح

قبل اس کے کہ علماء و فقہاء کے نام کے ساتھ ''آیت اللہ'' جیسے القابات پر کچھ عرض کریں، خالی از فائدہ نہ ہو گا کہ ایک بار آیت کے معنی و مفہوم کو قرآنی نظر سے دیکھ لیں۔ کیونکہ صاحب رسالہ کی محدود و مسدود نظر میں صرف وہ قرآنی عبارت ہی آیت ہے جو دو دائروں کے درمیان ہے۔ لیکن یہ جاننے کی زحمت نہیں کرتے کہ ان دو دائروں کے درمیان والی آیات کا مطلب و مقصود کیا

ہے۔ کیونکہ خود ان کے گرد غلو و تفویض کا ایک مضبوط دائرہ ہے جس کے اندر دین و ایمان اور دیگر سارے سودے سامان سمیت عمر بھر کی قید بامشقّت کاٹ رہے ہیں۔

☆ ارشادِ قدرت ہے: "وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے، قابلِ ستائش ہے اور اس کی نشانیوں (آیات) میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور جو چلنے پھرنے والے جاندار ان کے درمیان پھیلائے ہیں ان کا پیدا کرنا بھی ہے اور وہ ان کے جمع کرنے پر جب چاہے قادر ہے۔ اور اس کی قدرت کی نشانیوں (آیات) میں سے بڑے بڑے پہاڑ جیسے (بحری) جہاز ہیں، جو سمندر میں چلتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ جہاز اس کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ بے شک اس میں ہر بڑے صبر کرنے (اور) بڑے شکر کرنے والے کے لیے نشانیاں ہیں۔

(سورۃ شوریٰ: ۲۸، ۲۹، ۳۲، ۳۳)

☆ اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لیے (ہماری قدرت کی) نشانیاں (آیات) ہیں اور خود تمہارے وجود کے اندر بھی، کیا تم دیکھتے نہیں؟۔

(سورۃ الزاریات: ۲۰، ۲۱)

☆ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے معجزہ (آیت) لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندہ کی صورت بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ (سورۃ آلِ عمران: ۴۹)

آیت کے لغوی معنی نشان یا نشانی کے ہیں، جو فارسی کے ساتھ اردو پنجابی دونوں میں مستعمل ہیں۔ اللہ پاک نے زمین و آسمان اور ان میں موجود اشیاء پانی، کھیتی، پھل، بارش، بجلیاں، دن رات، سورج چاند تارے اور زمین سے پیدا ہونے والی رنگ برنگی اشیاء جنھیں قرآن مجید میں آیت (نشانیاں) کہا گیا ہے، سے اپنی عظمت و کبریائی کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ اے انسان کھلی آنکھ سے دیکھ اور عقل سے کام لے کر غور و فکر کر کہ ان کا کوئی خالق و مالک اور رازق و رب بھی ہے جو انھیں پیدا کرنے، رزق دینے اور موت کا مزا چکھانے پر قدرت رکھتا ہے۔ یہ تمام اور انسان میں موجود اشیاء آیت یعنی نشانیاں اور ثبوت ہیں کہ ضرور بر ضرور کوئی ایسی صاحبِ قدرت ذات ہے جس نے انھیں لباس خلقت پہنایا ہے، اسی ذات علی صفات کو اللہ وحدہ لاشریک کہتے ہیں۔

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے
وہی خدا ہے وہی خدا ہے

انہی ٹھوس نشانیوں (آیتوں) سے معرفت خدا ہوتی ہے، جو انسان کا گوہر مقصود اور غرض خلقت ہے۔

تحریر: علامہ آفتاب حسین الجوادی

ہم نے گزشتہ قسط میں خدامی دیوبندیوں کی بنیادی کتب سے تحریف قرآن مجید کے اثبات میں صحیح السند روایات کے ساتھ ساتھ ان کے محدث انور شاہ کاشمیری کا عقیدہ بھی پیش کر دیا کہ موجودہ قرآن مجید میں معنوی تحریف کے ساتھ، بلاکسی شک وشبہ کے، لفظی تحریف بھی ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے بڑے وزنی دلائل سے خدامی تکفیریوں کے اکابر کا قرآن مجید کے بارے میں باطل نقطۂ نظر ہدیہ قارئین کیا، اس موضوع پر مزید خامہ فرسائی کی جاسکتی ہے، لیکن اختصار کے پیشِ نظر اسی پر اکتفاء کیا ہے۔

قائلین تحریف کو کافر قرار دینے کا مسئلہ:

گزشتہ ابحاث میں ہم نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ قائلین تحریف کی تکفیر کے بارے میں آئندہ متعلقہ بحث میں خامہ فرسائی کریں گے۔ لہٰذا اجمالی طور پر اس مسئلے پر صرف سلفی صاحب کے ہی علماء کی آراء ہدیہ قارئین کیے دیتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ اگر ہم تکفیر کا حکم لگادیں تو اس فتوٰی کی لپیٹ میں ازواجِ مطہرات، صحابہ کرام کے علاوہ اہل سنت کے بڑے بڑے محدثین واکابرین بھی آئیں گے۔ کیونکہ موہم تحریفِ قرآن روایات سے اہل سنت کی کتب بھری پڑی ہیں، ان روایات میں سے اکثر کی اسناد بھی صحیح وحسن درجہ کی ہیں، تاریخ جمع قرآن پر کام کرنے والے علماء نے ان روایات کا کچھ حصہ اپنی کتب میں جمع کر کے معاذ اللہ قرآنِ مجید میں لفظی اغلاط وتحریف کی نشاندہی کی ہے، مثال کے طور پر سلفی صاحب کے مکتبۂ فکر سے تعلق رکھنے والے تمنا عمادی نامی شخص نے "جمع القرآن" کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس میں انہوں نے واضح طور پر موجودہ قرآن کو محرف قرار دیا ہے، لیکن اس کے باوجود آج تک کسی نے اِن پر فتویِ کفر صادر نہیں کیا، بلکہ سلفی صاحب کے ہم مکتب محمد فاروقی نعمانی (ناصبی) رفیق دارالمولفین کراچی، نے اپنے مجموعہ رسائل بنام "مختصر ترجمہ فصل الخطاب" کے آخر میں رسالہ فہرس الاعلام، ناشر مرکزیہ حزب الاسلام، لنڈا بازار، لاہور، طبع اول ۱۴۰۴ھ، صفحہ ۱۰۳ پر تمنا عمادی کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ لکھا ہے، قائل تحریفِ قرآن پر ترحم کی معقول وجہ تو سلفی صاحب یا دیگر خدامی ہی بتا سکتے ہیں۔ اسی طرح محمد بن الخطیب نے "الفرقان" کے نام سے کتاب تحریر کی، ۲۴۸ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ۱۹۴۷ء میں، مطبعہ دار الکتب المصریہ سے شائع ہوئی، اگر طبائع نازک پر گراں نہ گزرے تو اس کتاب کے صرف دو باب لحن الکتاب فی المصحف (قرآن میں کاتبوں کی املائی اغلاط) اور ماغیرہ الحجاج فی المصحف (وہ تبدیلیاں جو حجاج بن یوسف نے قرآن میں کی ہیں) کا ہی مطالعہ کریں، چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔ بایں ہمہ اس مصنف کو آج تک کسی نے کافر نہیں کہا۔ اسی

طرح کتب صحاحِ ستہ میں سے صاحبِ سنن ابی داود کے بیٹے حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی داود السجستانی متوفی ۳۱۶ھ کی شہرہ آفاق کتاب ''المصاحف'' میں بھی قرآن پاک میں تغیّر وتبدل، لفظی اغلاط وتحریف کے موضوع پر کافی روایات موجود ہیں۔ اس کتاب کو ایک مغربی مستشرق آرتھر جیفری نے اپنے مقدمے کے ساتھ شائع کروایا اور مقدمہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ قرآنِ مجید میں تحریف واقع ہوئی ہے، جس پر یہ کتاب شاہد ہے۔ سلفی صاحب اور دیگر خدامی حضرات جرات کا مظاہرہ کریں اور اپنے تکفیری مفتیان سے، اِن مذکورہ بالا افراد کے خلاف، ان کے اسماء کی تصریح کے ساتھ، فتویٰ کفر صادر کروادیں، البتہ آج تک تو کسی نے یہ جرات نہیں کی۔ خدامیوں کے فتوے کا انتظار رہے گا۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اہل سنت کے علماء وفقہاء کی کثیر تعداد تحریفِ قرآن کے قائلین کو کافر نہیں گردانتی۔ صرف چند متاخرین تکفیری، متشدد ذہنیت کے حامل، متعنت افراد، اپنی مبنی بر تحریف صحیح السند روایات سے غضِ بصر کرتے ہوئے، مخالفین کی موہم تحریف موضوع و متروک روایات کے بل بوتے پر تکفیر کا حکم لگاتے ہیں۔ جس طرح تکفیری حضرات اپنی تحریفِ قرآن والی صحیح السند روایات کی تاویلیں کرتے ہیں، بعینہ مدمقابل کی روایات کی بھی تاویل کی جاسکتی ہے، جس سے معاملہ با آسانی ختم ہوسکتا ہے۔ آئیے اب ان علماء وفقہاء کی تصریحات ملاحظہ کرتے ہیں کہ جو تحریفِ قرآن کے قائلین کی عدمِ تکفیر کے قائل ہیں۔

① حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند سے اشعری اور شافعی کا مذہب نقل کرتے ہیں کہ انی لا اکفر احداً مِن اَهلِ هذهِ القبلة، لانّ الکل یشیرون الی معبودٍ واحدٍ، و انما هذا اختلاف العبادات۔ ''میں اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتا اس لئے کہ سب ایک ہی معبود کی عبادت کرتے ہیں، یہ اختلاف تو تعبیرات کا اختلاف ہے''۔ بعد ازاں شافعی کے قول کی تفصیل درج کرنے کے بعد، معوذتین کو قرآن کا حصّہ نہ ماننے والوں کے بارے میں لکھتے ہیں: کما لم یخرج من انکر اِثبات المعوذتین فی المصاحفِ کسائرِ السور من الملّة لِما ذهب اِلیه من الشبهة و ان کانت عند غیرهِ خطا۔ ''اسی طرح جو شخص معوذتین کو مصاحف میں لکھنے کا منکر ہو، جیسا کہ دوسری سورتیں لکھی جاتی ہیں، اسے بھی ملتِ اسلامیہ سے خارج نہیں کہا جائے گا، اس لئے کہ وہ شبہ کی بناء پر اس رائے کا قائل ہوا ہے، اگرچہ دیگر حضرات کے نزدیک اس کی رائے اور قول خطا ہے'' (السنن الکبریٰ، جلد ۱۰، صفحہ ۲۰۷، کتاب الشهادات، باب جماع ابواب من تجوز شهادته ومن لا تجوز، طبع حیدرآباد دکن ۱۳۵۴ھ)

② قاضی ابوبکر باقلانی، متوفی ۴۰۳ھ رقم طراز ہیں: فاِن قیل اذا قلتم اِنها البسملة لیست بقرآنٍ هل تکفّرون من قال اِنها قرآناً کما تکفّرون من جعل ''قِفا نبكِ'' قرآن؟ قیل هذا یلزم علی قول من یکفر من قال اِنها لیست منه و هذا لیس بصحیح و لا مرضی بل کل من اثبتها آیة من القرآن مخطئ ذاهب عن الحق و لم یجب تکفیره لان النبی صلی الله علیه و سلم امر بکتابتها فی فواتح السور و جهر بها تارة فوجب تخطئة ولاجل ترك تأمل حال عادته صلی الله علیه و سلم فی اِلقاء القرآن و انّه تلقیه القاد شائعاً ذائعاً فکان مخطئاً فی هذا الوجه متأولاً ولا ضرباً من التأویل لا یصیره بمثابة من الحق بالقرآن۔ ''اگر یہ کہا جائے کہ جب تم کہو بسم اللہ قرآن میں سے نہیں ہے آیا تم اس شخص کو کافر کہو گے جو اس بات کا قائل ہو کہ بسم اللہ قرآن کا حصّہ ہے؟ جیسا کہ اس شخص کو کافر قرار دیتے ہو جو (امرو القیس کے قصیدے) قِفا

نبلکو قرآن ٹھہراتا ہے! کہا گیا ہے کہ یہ بات اس شخص کے نظریے کے مطابق لازم آتی ہے جو بسم اللہ کو قرآن کا حصّہ نہ مانتا ہو، حالانکہ یہ صحیح اور پسندیدہ بات نہیں ہے۔ بلکہ جس شخص نے بھی اسے قرآن کی آیت ثابت کیا ہے وہ خطا کار، حق سے دور ہے، اور اس کی تکفیر واجب نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم نے اسے سورتوں کے ابتداء میں لکھنے کا حکم دیا ہے اور گاہے (نماز میں) اس کی جہراً قرائت کی ہے، سواس کو خطا کار گردانا ضروری ہے، اس لئے بھی کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کے قرآن پہنچانے کی عادت کے طریقے کو غور سے نہیں سمجھا، حالانکہ اس کی تعلیم شائع اور مشہور تھی۔ اس لحاظ سے وہ مخطی ہے لیکن ایسی تاویل کا متاول ہے کہ قرآن کے معاملے میں وہ اسے حق پر قائم نہیں رکھ سکتی''۔ (نکت الانتصار لنقلِ القرآن، صفحہ ۷۹، ناشر منشأۃ المعارف اسکندریہ، مصر ۲۰۰۸ء)

③ شارح صحیح مسلم ابو ذکریا یحیٰی بن شرف النّوَوی متوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں: و اجمعت الامۃ علی انہ لا یکفّر من اَثبتھا البسملۃ و لا من نفاھا لاختلاف العلماء فیھا بخلاف مالو نفی حرفاً مجمعاً علیہ او اَثبت ما لم یقل بہ احد فانّہ کفر بالاجماع۔ ''امت کا اجماع ہے کہ جو شخص بسم اللہ کو قرآن کا حصّہ ثابت کرے اور جو اس کے قرآن کا حصّہ ہونے کی نفی کرے، دونوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ اس میں علماء کا اختلاف ہے، بخلاف اس کے، اگر کسی ایسے لفظ کا انکار یا نفی کرے جس پر اجماع ہو یا ایسا لفظ قرآن کا حصّہ ثابت کرے جس کا کوئی بھی قائل نہ ہو تو یہ بالاجماع کفر ہے''۔ (المجموع، شرح المھذب، جلد ۴، صفحہ ۲۸۱، مطبوعہ قاہرہ۔ عون المعبود جلد ۲، صفحہ ۳۵۰ طبع دہلی۔ نیل الاوطار، جلد ۲، صفحہ ۲۰۸، طبع مصر۔ اعانۃ الطالبین، جلد ۱، صفحہ ۱۳۹، طبع بیروت)

④ سلفی صاحب کے امام و پیشواء ابنِ تیمیہ حرانی دمشقی متوفی ۷۲۸ھ نے بڑی صراحت کے ساتھ لکھا ہے: فان السلف اخطأ فی کثیر منھم فی کثیر من ھذہِ المسائل و اتّفقوا علی عدم التکفیر بذلک مثل ما انکر بعض الصحابۃ ان یکون المیت یسمع نداء الحیّ وانکر بعضھم رؤیۃ محمد ربّہٖ و بعضھم فی الخلافۃ والتفضیل کلام معروف و کذلک لبعضھم فی قتالِ بعضٍ و لعنِ بعضٍ و اطلاقِ تکفیر بعضِ اَقوال معروفۃ و کان القاضی شریح ینکر قرأۃ من قرأ ''بَل عَجِبتُ'' (صافات، آیۃ ۱۲) و یقول ان اللہ لا یعجب فبلغ ذلک اِبراھیم النخعی فقال اِنما شریح شاعر یعجبہ علمہ، کان عبد اللہ (بن مسعود) اَفقہ منہ فکان یقول ''بَل عَجِبتُ'' فھذا قد انکر قرائۃ ثابتۃ و انکر صفۃً دل علیھا الکتاب و السنۃ و اتفقت الامۃ علی انہ امام من الائمۃ و کذلک بعض السلف انکر بعضھم حروف القرآن مثل انکار بعضھم قولہ ''اَفلم یاْیئَسَ الذین آمنوا'' و قال انما ھی ''اَو لم یتبین الذین آمنوا'' و انکار الآخر قرائۃ قولہٖ ''وَ قضی ربّک اَلّا تعبدوا اِلّا اِیاہ'' و قال انما ھی'' ووصی ربّک'' و بعضھم کان حذف المعوذتینِ و آخر یکتب سورۃ القنوت و ھذا خطأ معلوم بالاجماع والنقل المتواتر و مع ھذا فلما لم یکن قد تواتر النقل عند ھم بذلک لم یکفروا، وان کان یکفّر بذلک من قامت علیہ الحجۃ بالنقل المتواتر۔ ''سلف میں سے کثیر تعداد نے ان بہت سارے مسائل میں خطا کی ہے، اور انہوں نے اس بناء پر عدمِ تکفیر پر اتفاق کیا ہے۔ مثلاً بعض صحابہؓ نے انکار کیا ہے کہ میت زندہ کی آواز سن سکتا ہے، بعض نے اس بات کا بھی انکار کیا ہے کہ معراج بیداری کی حالت میں

ہوئی۔ بعض نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی رؤیتِ باری تعالی کا انکار کیا ہے، بعض نے خلافت اور تفضیل کے مسئلہ میں اختلاف کیا ہے، اس بابت ان کا کلام معروف ہے، اسی طرح بعض (صحابہ) نے بعض (صحابہ) سے جنگ کی، بعض (صحابہ) نے ایک دوسرے پر لعن طعن کیا اور بعض (صحابہ) نے (ایک دوسرے پر) کفر کا اطلاق کیا ہے، اس سلسلے میں ان کے اقوال معروف ہیں۔ (اسی طرح مشہور تابعی) قاضی شریح متوفی ۸۵ھ اس آیت وَبَل عَجِبْتُ (سورۃ صافات، آیۃ ۱۲) کی قرائت کا انکار کیا کرتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اللہ تعالی متعجب نہیں ہوتا یہ بات ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ قاضی شریح شاعر ہے، اُسے اپنے علم پر فخر ہے، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس سے بڑے فقیہ تھے، وہ بل عجبتُ پڑھا کرتے تھے، چنانچہ اس (شریح) نے قرائت ثابتہ کا انکار کیا ہے، اور (اللہ تعالی کی) ایسی صفت کا انکار کیا ہے جس پر کتاب وسنت دلالت کر رہی ہیں۔ تاہم امت اس بات پر متفق ہے کہ وہ ائمہ میں سے ایک امام ہیں (لیکن کسی نے انہیں کافر نہیں کہا)۔ اسی طرح بعض نے قرآن کے الفاظ کا انکار کیا ہے مثلاً بعض نے اس آیت افلم یائیس الذین آمنوا کے بعض الفاظ کا انکار کیا اور کہا کہ (اصل) الفاظ یوں ہیں اَوَ لم یتبین الذین آمنوا۔ بعض دیگر نے وقضی ربّك الّا تعبدوا الّا ایّاہ کا انکار کیا اور اس بات کے قائل ہوئے کہ آیت یوں ہے ووصی ربّک۔ بعض نے معوذتین کو حذف کر دیا، کسی نے سورہ قنوت کو لکھا ہے (قرآن کا حصہ ہے، منسوخ نہیں قرار دیا) یہ سب خطأ ہے، جو اجماع اور نقل متواتر سے معلوم ہوئی ہے۔ باوجود اس کے جب ان اسلاف کے نزدیک ان الفاظ قرآن کی نقل متواتر ثابت نہ تھی تو ان کی تکفیر نہیں کی گئی۔ اگرچہ اس شخص کی ان اقوال کی بناء پر تکفیر کی جائے گی جس پر نقل متواتر سے حجّت قائم ہو چکی ہو"۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۴۹۲، مطابع الرّیاض، الطبعۃ الاولی ۱۳۸۲ھ)

مزید برآں موصوف رقم طراز ہیں: ولا ریب انّ من قال انّ اصوات العباد قدیمة فهو مفترٍ، مبتدع له حکم امثالهِ، کما انّ من قال انّ هذا القرآن لیس هو کلام الله فهو مفترٍ، مبتدع له حکم امثالهِ و من قال انّ القرآن العربی لیس هو کلام الله بل بعضه کلام الله و بعضه لیس کلام الله، مفترٍ مبتدع له حکم امثاله و من قال انّ معنی آیة الکرسی و آیة الدین و قل هو الله احد و تبت یدا ابی لهب معنی واحد فهو مفترٍ مبتدع له حکم امثاله و أما التکفیر فالصواب انه من اجتهد من امة محمد و قصد الحق فأخطأ لم یکفر بل یغفر له خطأه و من تبین له ما جاء به الرسول فشاق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و اتبع غیر سبیل المؤمنین فهو کافر، فالتکفیر یختلف بحسب اختلاف حال الشخص فلیس کل مخطئ ولا مبتدع و لا جاهل ولا ضال یکون کافراً بل ولا فاسقاً ولا عاصیاً لا سیّما فی مثل مسئلة القرآن و قد غلط فیها خلق من ائمة الطوائف المعروفین عند الناس بالعلم والدین و غالبهم یقصد وجهاً من الحق فیتبعه و یعزب عنه وجه آخر لا یحققه فیبقی عارفاً ببعض الحق جاهلاً بعضه بل منکراً له۔ "اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ جو شخص اس امر کا قائل ہو کہ بندوں کی آوازیں قدیم ہیں وہ مفتری اور بتدع ہے، اس کے لئے وہی حکم ہے جو اس طرح کے لوگوں کے لئے شریعت میں ہے۔ اسی طرح جو یہ کہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے وہ مفتری اور بتدع ہے، اس پر بھی اسی طرح کا حکم نافذ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص اس بات

کا قائل ہو کہ عربی قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے، بلکہ اس کا بعض اللہ کا کلام ہے اور بعض حصہ اللہ کا کلام نہیں ہے ایسا شخص بھی مفتری و مبتدع ہے، اس پر بھی ایسا ہی حکم جاری ہوگا۔ جو شخص یہ کہے کہ آیت الکرسی کا معنی آیت الدین ہے، اسی طرح سورہ اخلاص، قل هو الله احد اور سورہ لہب، تبت يدا ابی لهب کا ایک ہی معنی ہے، ایسا شخص بھی مفتری، بدعتی ہے۔ اس کے لئے بھی وہی حکم ہے جو اس طرح کے لوگوں کے لئے ہوتا ہے (مفتری و بدعتی کا حکم لاگو ہوگا) لیکن ایسے لوگوں کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ سو اس بابت صحیح فیصلہ یہ ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم میں سے جس شخص نے بھی اجتہاد کیا اور حق کی تلاش کا قصد کیا لیکن خطا کر گیا تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا بلکہ اس کی خطا بخش دی جائے گی۔ لیکن جس شخص پر وہ کچھ واضح ہو گیا کو جو رسول صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم پر نازل ہوا تھا، پھر درست بات اس پر واضح ہونے کے بعد، رسول ص سے مخالفت کی، اور مومنین کا راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا تو اسے کافر کہا جائے گا۔ چنانچہ تکفیر اشخاص کے احوال کے اختلاف کے اعتبار سے مختلف ہوگی (کبھی ہوگی، کبھی نہیں ہوگی)۔ ہر مخطی اور مبتدع، جاہل اور گمراہ کافر نہیں ہوگا، بلکہ فاسق بھی نہیں ہوگا، حتی کہ گناہگار بھی نہیں ہوگا، بالخصوص قرآن کے مسئلہ میں، در حالانکہ اس مسئلہ میں لوگوں میں مختلف گروہوں کے علماء اور دین دار مشہور ائمہ کی بڑی تعداد نے غلطی کی ہے۔ ان کی بڑی تعداد نے حق کے ایک رخ کا قصد کیا اور اس کی اتباع کی لیکن دوسرا رخ ان کی نگاہ سے اوجھل رہا، وہ اس کی تحقیق نہ کر سکے، سو وہ حق کے بعض حصے کو پہچان پائے لیکن حق کے دوسرے حصے سے جاہل رہے، بلکہ حق کے دوسرے حصے اور رخ کا انکار کر دیا"۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ، جلد ۱۲، صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰)

⑤ حنفی فقیہ زین العابدین بن ابراہیم معروف بہ ابن نجیم متوفی ۹۷۰ھ نے کنز الدقائق کی مشہور و معروف شرح "البحر الرائق" میں تحریر کیا ہے: انها۔البسملة۔ من الفاتحة و من كل سورة و نسب الى الشافعي و وجه الاصح اجماعهم على كتابتها مع الامر بتجريد المصحف، و قد تواترت فيه و هو دليل تواتر كونها قرآناً و به اندفعت الشبهة للاختلاف و انما لم يحكم بكفر منكرها لان انكار القطعي لايوجب الكفر الّا اذا لم يثبت فيه شبهه قوية ، فان ثبتت فلا كما في البسملة ... "یہ کہ بسم اللہ، سورہ فاتحہ کا جز ہے (بلکہ) ہر سورہ کا جز ہے، امام شافعی کی طرف یہ قول منسوب ہے۔ صحیح ترین وجہ یہ ہے کہ اس امر پر ان کا اجماع ہے کہ بسم اللہ کو قرآن کے ساتھ لکھا جائے گا، حالانکہ معاملہ یہ ہے کہ مصحف (اضافہ سے) خالی ہے، بلا شبہ قرآن میں بسم اللہ کا ہونا متواتر ہے، اس کا متواتر ہونا ہی قرآن ہونے کی دلیل ہے، اس لئے اختلاف کی بناء پر اس سے متعلق شبہ زائل ہو گیا، چنانچہ بسم اللہ کے قرآن کے جزء ہونے کے منکر پر کفر کا حکم نہیں لگایا گیا اس لئے کہ قطعی امر کا انکار کفر کا موجب نہیں بن سکتا، البتہ (اس وقت کفر کا موجب بن سکتا ہے) کہ جب اس میں کوئی مضبوط شبہ ثابت نہ ہو۔ اگر کوئی قوی شبہ ثابت ہوا تو (اس کا انکار) کفر کا موجب نہیں بن سکتا، جیسا کہ بسم اللہ کے معاملے میں ہے"۔ (البحر الرائق، شرح کنز الدقائق، جلد ۱، صفحہ ۳۳۰۔۳۳۱، طبع دار الکتب العربیۃ الکبری مصر ۱۳۳۴ھ)

⑥ چوتھی صدی ہجری کے مشہور حنفی فقیہ ابو اللیث، سمرقندی متوفی ۳۷۳ھ سفیان ثوری کا قول بایں الفاظ نقل کرتے ہیں: و عن سفيان الثوری رحمه الله : من زعم انّ المعوذتين ليستا من القرآن لا يكفر لانّه متاوّل۔ "سفیان ثوری رحمہ

اللہ سے مروی ہے کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ معوذتین (سورہ فلک وسورہ الناس) قرآن کا حصّہ نہیں ہیں، اسے کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس کے پاس تاویل ہے''۔

(فتاوی النوازل، صفحہ ۱۹۵، کتاب الکراہیۃ، فصل فیما یوجب الکفر، مطبوعہ حیدر آباد دکن، الطبعۃ الاولی ۱۹۳۵ء)

⑦ علامہ حسن بن منصور اوزجندی متوفی ۵۹۲ھ نے اپنے شہرہ آفاق فتاوی میں صاف صاف لکھا ہے: و من زعم انّ المعوّذتین لیستا من القرآنِ، ذکر فی النوازل انّه لا یکون کافراً۔'' اور جو شخص یہ گمان کرے کہ سورہ فلک اور سورہ والناس قرآن کا حصّہ نہیں ہیں فتاوی نوازل میں لکھا ہے کہ وہ کافر نہیں ہوگا''۔(فتاوی قاضی خان برحاشیہ فتاوی ہندیہ، کتاب السیر، باب ما یکون کفراً من المسلم و ما لا یکون، جلد ۳، صفحہ ۶۲۶، مطبعہ میمنیہ مصر ۱۳۲۳ھ۔ تفسیر روح البیان للبروسوی، جلد ۴، صفحہ ۲۳۷، طبع دار الطباعۃ العامرۃ، قسطنطنیہ ۱۲۸۵ھ)

⑧ علامہ طاہر بن احمد بخاری سرخسی متوفی ۵۴۲ھ بالتصریح رقم طراز ہیں: رجل قال المعوذتین لیستا من القرآنِ لا یکفّر، ھکذا روی عن ابنِ مسعودٍ و اُبیّ بن کعبٍ رضی اللہ عنہما انّہما قالا لیستا من القرآن و قال بعض المتأخرین یکفّر لانعقاد الاجماع بعد الصدر الاوّل علی انّہما من القرآن والصحیح القول الاوّل انّه لا یکفّر لان الاجماع المتأخر لا یدفع الاختلاف فی الصدر الاوّل۔'' (جب) کوئی شخص معوذتین کے بارے میں کہے کہ یہ قرآن میں سے نہیں ہیں تو وہ کافر نہ ہوگا، اسی طرح حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کا حصّہ نہیں ہیں۔ اور بعض متاخرین نے یہ کہا کہ وہ کافر ہو جائے گا، کیونکہ صدرِ اول کے بعد اس پر اجماع ہو گیا تھا کہ یہ دونوں سورتیں قرآن میں سے ہیں۔ لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے کہ ان کے قرآن ہونے کا منکر کافر نہیں ہے کیونکہ بعد والا اجماع صدرِ اول والے اختلاف کو ختم نہیں کر سکتا''۔ (خلاصۃ الفتاوی، کتاب الفاظ الکفر، جلد ۴، صفحہ ۳۸۸، مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۳۱۸ھ)

⑨ فقہ حنفی کی شہرہ آفاق کتاب ''جامع الفصولین'' ہمارے پیش نگاہ ہے۔ اس کی جلد ۲ صفحہ ۳۰۴ الفصل الثامن و الثلاثون فی مسائل کلمات الکفر مطبوعہ المطبعۃ الازہریہ مصر الطبعۃ الاولی ۱۳۰۰ھ میں یہ عبارت موجود ہے: ''زعم ان المعوذتین لیستا من القران لا یکفر اذ روی عن ابن مسعود و ابی بن کعب انہما لیستا منہ قال (ص) و لہ تاویل و (ض) علی انہ یکفر ...... و لان الامۃ اجمعت بعد الصدر الاول انہما من القرآن و الاجماع المتاخر یرفع الخلاف المتقدم و الاول اقرب الی الصواب اذ الاجماع المتاخر لا یرفع الخلاف المتقدم عند ح و س رحمہما اللہ علی ماذکرہ عامۃ المشائخ و عند علمائنا الثلاثۃ ......''۔ اس عبارت کا ترجمہ و مفہوم وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔ علاوہ ازیں بعینہٖ اسی طرح کی عبارت فتاوی ظہیریہ للشیخ ابوبکر ظہیر الدین بخاری متوفی ۶۱۹ھ۔ فتاوی عالمگیری، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، منہا ما یتعلق بالقرآن، جلد ۲، صفحہ ۲۶۴، طبع ناولکشور ۱۹۰۵ء۔ مرقاۃ لملاعلی قاری حنفی، کتاب فضائل القرآن آخر فصل اوّل، جلد ۲، صفحہ ۵۸۷، المطبعۃ المیمنیۃ مصر ۱۳۰۹ھ اور فتاوی تاتارخانیہ للعلامہ عالم بن العلاء الدین اندرپتی انصاری دہلوی متوفی ۷۸۶ھ، جلد ۵، صفحہ ۴۹۰، بذیل احکام المرتدین فیما یتعلق بالقرآن مطبوعہ کراچی میں بھی موجود ہیں۔

ان محولہ بالا تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ قدماء کے درمیان قرآنی کلمات کے اعراب، حروف، کلمات، آیات اور

سورتوں میں اختلاف رہا ہے، جس سے معنیٰ ہی بدل جاتا ہے۔

مثلاً: اعراب کا اختلاف جیسے بل عجبت میں رفعہ یا فتحہ میں اختلاف، الفاظ کا اختلاف جیسے قضی ربك اور ووصی ربك میں اختلاف، آیات میں اختلاف جیسے بسم اللہ کے قرآن کا حصّہ ہونے میں اختلاف، اسی طرح قرآنِ مجید کی آخری دو سورتوں کے قرآن ہونے میں اختلاف ہے۔ یہ بات مُسلّم ہے کہ موجودہ قرآن مجید جو بین الدفتین ہمارے سامنے موجود ہے ابتدائی بسم اللہ سے لے کر والناس تک بالکل مکمل اور تحریف سے محفوظ ہے۔

اب اگر کوئی شخص بسم اللہ کا انکار کرے جیسے اہل سنت میں سے مالکی وغیرہ یا آخری دو سورتوں معوذتین کا قرآن ہونے سے انکار کرے تو وہ یقیناً قرآن مجید کی کمی کا قائل ہے۔ بایں ہمہ یہ سب تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن اس کے باوجود اہلِ سنت کے اِن علماء نے اِن قائلین تحریف پر کفر کا حکم نہیں لگایا، البتہ متاخرین نے کفر کا حکم لگایا ہے، ان کا یہ حکم درست نہیں ہے کیونکہ یہ اختلافات صحابہ کرامؓ کے مابین موجود تھے۔ لہٰذا متاخرین کا قول واضح البطلان ہے۔ اِنہیں اختلافِ قرائت کہہ کر گلوخلاصی نہیں کی جاسکتی کیونکہ قائلین اِسے درست اور غلط قرائت پر محمول کرتے تھے، نہ کہ اختلافِ قرائت پر۔ بلا دلیل نسخ پر بھی حمل نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ نسخ ثابت کرنے کے لئے دلیل قطعی درکار ہے جو یہاں مفقود ہے۔ صحابہ کرامؓ کے اقوال کو ملاحظہ فرمایا جائے تو پتا چلتا ہے کہ اس ضمن میں متاخرین کی تاویلیں ناقابلِ قبول ہیں، مثال کے طور پر حضرت عمر آخری وقت تک قائل رہے کہ آیت رجم قرآن کا حصّہ ہے، منسوخ التلاوت نہیں ہے۔ اگر اُنہیں دو گواہ میسر آتے تو وہ اِسے ضرور قرآن میں لکھوا دیتے۔ اس بحث سے ہمارا مقصد اثباتِ تحریف ہرگز نہیں ہے، صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ دلیل کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص اِن امور میں اختلاف کرتا ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بنابریں از راہِ انصاف آپ ہی بتائیے کہ ان اختلافات کے باعث محض شیعہ کو مطعون کرنا اور کفر کے فتوے داغنا عدل و انصاف کا قتل نہیں تو اور کیا ہے! جمہور شیعہ قرآن مجید سے تحریف کی نفی کرتے ہیں، اِس سلسلے میں شیعہ کے عقائد کی بنیادی و امہات الکتب کو دیکھا جاسکتا ہے، اب اس کے بعد کسی قسم کی ہرزہ سرائی کی گنجائش نہیں رہنی چاہیئے۔ مزید برآں بحکم خدا تعالی ولاتقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمناً (سورہ نساء: ۹۴) اسلام کا حکم ظاہر پر ہے۔ اگر کوئی مُسلمان ظواہر اسلام پر گامزن ہے تو اسے دائرہ اسلام سے خارج نہیں کیا جائے گا۔

یہی بات مفتی محمد رفیع عُثمانی صاحب رئیس الجامعہ دار العلوم کراچی نے کہی ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی ایک حدیث کی تشریح میں تحریر کرتے ہیں "حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے شریعت کا یہ حکم معلوم ہوا کہ اگرچہ ظن غالب یہ ہو کہ مخالف تقیّہ کر رہا ہے اور محض جان بچانے کے لئے کلمہ اسلام پڑھ رہا ہے تو بھی اس کو قتل کرنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک اس سے کفر صریح ظاہر نہ ہو، اس لئے کہ ہم ظاہر کے مُکلّف ہیں۔ یہی حکم ان تمام فرقِ ضالہ کی تکفیر کا ہوگا جن کا عقیدہ صراحۃً ضروریاتِ دین کے خلاف نہیں، اگرچہ ہمارا گمان یہ ہو کہ وہ یہ عقیدہ تقیّہ کے طور پر ہی ظاہر کر رہے ہیں۔ اہل تشیّع پر بعض معاصر علمائے کرام نے تحریف قرآن کے عقیدہ کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگایا ہے، لیکن ساتھ ساتھ اِس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ تقریباً سو (۱۰۰) سال سے اہل تشیّع تقیّہ کر رہے ہیں، اور عوام الناس کے سامنے اِس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم من وعن محفوظ ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی تحریف نہیں ہوئی۔ مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریف قرآن کے

عقیدہ کی بنیاد پر ان پر کفر کا حکم لگانا صحیح نہیں، کیونکہ وہ تحریف قرآن کا انکار کرتے ہیں، اگرچہ ہمارا گمان یہ ہو کہ وہ تحریف قرآن کا انکار تقیۃ کر رہے ہیں'' (درسِ مسلم، جلد اول، صفحہ ۳۸۵، ۳۸۶ ناشر ادارۃ المعارف، کراچی، طبع جدید ۲۰۰۰ء)

کتاب فصل الخطاب پر ایک اجمالی نظر:

سلفی صاحب لکھتے ہیں: حسین بن محمد النوری الطبرسی نے تو تحریف قرآن پر باقاعدہ کتاب لکھی ہے، جس کا نام ''فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب'' ہے یہ کتاب ۱۲۹۸ھ میں لکھی گئی تھی اور اس لیے اہل تشیع نے اس کتاب کے مُصنّف کو بعد از وفات مشہدِ مرتضوی میں دفن کر کے اعزاز بخشا تھا۔ یہ کتاب دو کم ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

(ماہنامہ ''حق چاریار'' جولائی ۲۰۱۳ء صفحہ ۳۶)

شیعہ علماء نے کتاب فصل الخطاب کو کتب ضالہ میں شمار کیا ہے، جیسا کہ اس سلسلے میں حوزات علمیہ نجف اشرف و ایران کے مُقتدر فقہاء نے باقاعدہ اس کے ضال و مُضل ہونے پر بکثرت فتاوٰی صادر کیے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب آج تک دوبارہ شیعہ مراکز سے شائع نہیں ہو سکی، لیکن بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسی گمراہ کن کتاب کو شائع کرنے کی ''سعادت'' سلفی صاحب کے ہم خیال تکفیریوں کو ہی حاصل ہوئی، جنھوں نے اس ناقابلِ اعتبار کتاب کے ذریعے مُسلمانوں کو مطعون کیا ہے جبکہ یہ کتاب شیعہ کے ہاں پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ مُصنّف کا بذاتِ خود مُعتبر ہونا اور بات ہے، اور اس کی کسی کتاب یا نظریہ کا قابلِ اعتبار ہونا ایک الگ بات ہے، اصول ہے کہ لا تنظر الی من قال، وانظر الی ما قال، کہنے والے کی شخصیت کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ کہہ کیا رہا ہے۔ جس طرح احناف کے ہاں، امام ابو حنیفہ کی وثاقت کے باوجود ان کے بعض نظریات کو حنفیوں نے تسلیم نہیں کیا۔ اس طرح کی ہزاروں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ مُصنّف مُعتبر ہونے کے باوجود اس کی کتاب کے مندرجات سے اتفاق نہیں کیا گیا۔ یہ کتاب جمہور شیعہ کے مُعتقدات سے مُتصادم و متناقض ہے، اسی وجہ سے ۱۲۹۸ھ میں اس کتاب کے منظرِ عام پر آتے ہی، شیعہ علماء وعوام نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ اس دور کے مُقتدر شیعہ علماء وفقہاء نے اس کتاب کے خلاف مستقل بلند پایہ بیش بہا کتابیں لکھیں۔ اور بڑے دلائل و براہین سے اصل شیعہ موقف کو واضح کیا اور اس کے مندرجات کو شیعہ عقائد کے سراسر خلاف قرار دیا۔ آج تک اس کتاب کے ردود لکھے جا رہے ہیں۔ کسی مسلک کے مُسلّم عقائد ونظریات سے مُتصادم کسی کتاب یا تحریر کو بنیاد بنا کر اس پورے مسلک کو نشانہ تنقید بنانا خبث باطنی کا غماز ہے۔

سلفی صاحب ذرا اپنے گریبان میں جھانکیں! ان کے اپنے مکتبہ فکر کے اکابر کی ایسی کتب اور تحاریر بکثرت موجود ہیں جن سے انہیں شدید اختلاف ہے، یہ انہیں تسلیم کرنے کو آمادہ نہیں ہوں گے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ سلفی صاحب نے اپنے ''حضرتِ اقدس'' کے والد کرم دین صاحب کے سبھی نظریات کو اپنے موافق نہ پاتے ہوئے نہ صرف تسلیم نہ کیا بلکہ علمی بد دیانتی کرتے ہوئے، اُن نظریات کو اپنی زیر نگرانی طباعت میں حذف کر دیا، مثال کے طور پر رسالہ ''السیف المسلول'' مشمولہ رسائل ثلاثہ مؤلفہ کرم دین صاحب مطبوعہ رفیق عام پریس لاہور طبع دوم ۱۹۲۹ء میں صفحہ ۳۲ پر یہ عبارت موجود ہے ''سعودیوں کا تسلّط مالکانہ اور وارثانہ نہیں، بلکہ عارضی اور غاصبانہ ہے جیسا کہ یزید کو بھی کچھ دن ملا تھا وہ بھی مٹ گیا، یہ بھی مٹ جائیں گے'' اب حال ہی میں یہی کتابچہ سلفی صاحب کے مقدمہ اور حواشی

کے ساتھ تیسری بار اکتوبر ۲۰۱۱ء میں باہتمام قاضی کرم الدین دبیر اکیڈمی شائع ہوا، جس کے صفحہ ۶۲ سے اِس پورے پیرا گراف کو حذف کر دیا گیا ہے اور اسی صفحہ سے لفظ ''وہابی'' کو بھی اڑا دیا گیا ہے ۔مولوی کرم دین صاحب کے قدیم و جدید تمام مطبوعہ کتب و رسائل ہمارے ذخیرۂ کتب میں موجود ہیں ۔محترم قارئین یہ تو صرف ایک مثال ہے آپ خود اندازہ لگالیں کہ دیگر کتابوں میں بھی بددیانتیاں کس قدر ہوں گی ۔

قیاس کن زِگلستانِ من، بہارِ مرا

ان شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ سلفی صاحب دراصل اپنے ''حضرتِ اقدس'' کے والد مولوی کرم دین صاحب کے عقائد و نظریات کو خدامیوں سے اوجھل کرنے کے درپے ہیں ۔یہ صاحب اپنے ''خدامیوں'' سے مخلص نہیں ہیں ۔ان کو انتہائی خطرناک اور بھیانک موڑ پر لا کھڑا کرنا چاہتے ہیں ۔ہم خدامی حضرات کے امیر جناب قاضی ظہور حسین صاحب سے کہیں گے کہ آپ اپنی جماعت کا شعبۂ نشرواشاعت خائن اور بددیانت ہاتھوں میں نہ دیں، جو کسی قسم کی تحریف و تصحیف کرنے سے دریغ نہیں کرتے ۔

قارئین گرامی قدر! آپ بآسانی اندازہ لگاسکتے ہیں کہ جو آدمی اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کی خاطر، اپنے ''حضرت اقدس'' کے والد صاحب کی کتب میں خیانت سے باز نہیں آتا، یہ شخص اپنے مدعٰی کی تائید میں نقل حوالہ میں کس قدر سچا ہوسکتا ہے ۔

خلاصۃ المرام یہ کہ کتاب فصل الخطاب کے تمام مندرجات سے جمہور شیعہ اتفاق نہیں کرتے، اور نہ یہ قابلِ التفات ہیں ۔سلفی صاحب کو صرف یہ کتاب نظر آتی ہے لیکن کتاب المصاحف للسجستانی، فضائل القرآن لابی عبید قاسم بن سلام، الاتقان للسیوطی اور الفرقان لابن الخطیب جیسی تحریف قرآن پر مبنی روایات سے مملو کتابیں کیوں نظر نہیں آتیں؟ یہ کتب چونکہ عربی میں ہیں، ہوسکتا ہے سلفی صاحب انہیں پڑھنے سے قاصر ہوں، تو ہم انہیں مشورہ دیں گے کہ فصل الخطاب کے متعلق ہرزہ سرائی سے پہلے اردو میں موجود کتاب ''جمع القرآن'' مؤلفہ تمنا عمادی کا ایک بار ضرور مطالعہ کرلیں ۔کتب اہل سنت تحریفِ قرآن کی روایات سے بھری پڑی ہیں، علماءِ اہل سنت ان روایات کی ''اختلافِ قرائت'' یا ''نسخ'' کے حوالے سے علیل تاویلوں کا سہارا لیتے ہیں، محققین پر مخفی نہیں ہے کہ یہ تاویلیں مکڑی کے بنے ہوئے جالے سے بھی کمزور ہیں، سلفی صاحب کے ہاں ابھی تک یہ طے نہ ہوسکا کہ کل کتنی آیات منسوخ ہیں، جبکہ شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب کے نزدیک صرف پانچ آیات منسوخ ہیں ۔سلفی صاحب کی روایات سے پتا چلتا ہے کہ آیات کی کثیر تعداد قرآن مجید سے غائب ہیں ۔اگر کوئی شخص ان روایات کو ایک جگہ جمع کردے تو ''فصل الخطاب'' سے کئی گنا ضخیم کتاب بن سکتی ہے ۔سلفی صاحب آپ کی انہی روایات کی بنا پر ابن الخطیب، تمنا عمادی جیسے لوگوں نے قرآنِ مجید کو مشکوک بنایا ہے ۔کتبِ شیعہ میں موہم تحریف روایات کو علماءِ شیعہ نے یکسر مسترد کیا ہے، اکثر روایات تفسیری نکات کو بیان کرتی ہیں، جیسا کہ گزشتہ قسطوں میں ہم نے وضاحت کردی ہے ۔شیعہ علماء، آپ کی تحریف پر مبنی روایات کی تاویل کو تسلیم کرلیتے ہیں اگرچہ ہمیں ''نسخ بے جا'' اور جا بجا ''اختلافِ قرائت'' والی تاویل قبول نہیں ۔اللہ تعالیٰ کے اس آئین اور منشور کے تحفظ کی خاطر ہم نے آپ کی ان روایات سے غضِ بصر کیا ہے، آپ کو بھی دیگر علماءِ اہل سنت کی طرح، شیعہ علماء کی واضح تصریحات کو بلاحیل و حجت تسلیم کرلینا چاہیئے کہ ہمارے نزدیک قرآن مجید تحریف سے محفوظ ہے، ایسی روایات جو قرآن مجید کو مشکوک ٹھہرائیں ہمارے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں خواہ وہ روایات سنی کتابوں میں ہوں چاہے شیعہ کتب میں ۔

تحریر: علامہ سید ذیشان حیدر جوادی

فقہ کے معنی عربی زبان میں فہم اور سمجھ کے ہیں۔
قرآن مجید میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ "لکن لا یفقھون تسبیحھم" کائنات کی ہر شے تسبیح پروردگار کر رہی ہے۔ لیکن تمھیں ان کی تسبیح کا فقہ و فہم نہیں ہے۔

علماء کی اصطلاح میں فقہ دین کے مسائل کے تفصلی اور استدلالی علم کا نام ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:
فقہ اکبر، جسے آج کی زبان میں علم کلام کہا جاتا ہے اور فقہ اصغر، جسے علم فقہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ علم فقہ اسلام کے فروعی احکام کے تفصیلی دلائل کو جاننے کا نام ہے اور فقہ عرف عام میں انہی احکام کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے۔

فقہ جعفری کو سمجھنے کے لیے حسبِ ذیل نکات کا پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر اس فقہ کا امتیاز اور اس کی عظمت سمجھ میں نہیں آسکتی ہے۔

① فقہ جعفری صرف امام جعفر صادقؑ کی فقہ نہیں بلکہ تمام اہل بیت کرامؑ کے احکام کا مجموعہ ہے۔

② اس فقہ کے اعلم امام جعفر صادقؑ ائمہ مذاہب کی طرح مُجتہد نہیں تھے، بلکہ پروردگار کی طرف سے احکام واقعی کے بیان کرنے والے تھے۔

③ اہل بیت کرامؑ سے تمسّک صرف ان کی ذاتی صلاحیت کی بناء پر نہیں ہوتا بلکہ حکم رسول اکرمؐ کی بنا پر ہوتا ہے جس نے اس تمسّک میں نجات کی ذمہ داری لی ہے۔

④ امام جعفر صادقؑ حضرت مالک وابو حنیفہ کے استاد تھے۔ اور استاد کی فقہ کے ہوتے ہوئے شاگرد سے تمسّک کرنا خلافِ عقل وانصاف ہے۔

⑤ فقہ جعفری کا مدرک قرآن حکیم، سیرت پیغمبرؐ اور ارشادات اہل بیت طاہرینؑ ہیں، جنھیں قرآن کے ساتھ مُفسّرِ قرآن بنا کر پیغمبر اسلامؐ چھوڑ گئے ہیں۔

⑥ فقہ جعفری میں قیاس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

⑦ فقہ جعفری میں عقل کا کام تعمیل احکام کی راہیں تلاش کرنا ہے، احکام سازی نہیں ہے۔

⑧ ائمہ معصومینؑ نے ہر دور میں حکومت الٰہیّہ کے قیام کی کوشش کی ہے اور اس وقت تک خاموش نہیں ہوئے جب تک کہ اس عمل کو ناممکن یا عارضی طور پر نامناسب نہیں خیال کیا۔

⑨ فقہ جعفری میں قیاس کی ضرورت اس لیے نہیں پڑتی کہ نبی اکرمؐ کے بعد نئے مسائل پیدا ہوتے تو حل کرنے والے اہل بیت طاہرینؑ موجود تھے اور وہ گھر کے حالات سے بہتر طور پر واقف تھے۔

⑩ فقہ جعفری کے اہم مدارک میں حدیث کے چار

مجموعے ہیں:

① کافی: محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ ۱۶۱۹۰ احدیثیں۔

② من لایحضرہ الفقیہ: محمد بن علی بابویہ متوفی ۳۸۱ھ ۵۹۶۳ حدیثیں۔

③ تہذیب الاحکام: محمد بن الحسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ ۱۳۵۹۰ احدیثیں۔

④ استبصار: محمد بن الحسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ ۵۵۱۱ حدیثیں۔

اس کے علاوہ احادیث کے اور مجموعے بھی ہیں، جن کے ہوتے ہوئے جدید ترین مسائل میں بھی قیاس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ قیاس کی ضرورت ان مُسلمانوں کو پڑتی ہے جن کے صحاح ستہ میں سے مکرر احادیث نکال دینے کے بعد صحیح مسلم میں چار ہزار کے قریب اور صحیح بخاری میں اس سے بھی کم حدیثیں باقی رہ جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنے مختصر مجموعے سے اتنے اہم مسائل حل نہیں کیے جاسکتے اور پھر اگر ان میں سے ضعیف اور غیر معتبر روایتیں الگ کردی جائیں تو شریعت کی دنیا میں قیاس کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔

فقہ جعفری اور ہم

فقہ جعفری کے خصوصیات، امتیازات اور اس کی حقانیت و برتری کا جائزہ لینے کے بعد ایک نظر اپنے حال زار پر ڈالنا بھی ضروری ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ جس فقہ جعفری کی بقاء کے لیے ہم نے قربانیاں دی ہیں اور جس کی نسبت سے قوموں کے درمیان ہم نے اپنا امتیاز قائم کیا ہے، اس سے ہمارا رشتہ کیا ہے؟

یاد رکھیے! فقہ قانون بندگی و زندگی کا نام ہے۔ فقہ رضائے الٰہی کی تحصیل کا ذریعہ ہے۔ فقہ انسانی زندگی کا نظام ہے۔ کوئی انسان اپنی اسلامی زندگی علم فقہ کے بغیر نہیں گزار سکتا ہے اور کسی شخص کے لیے رضائے الٰہی کی تحصیل فقہ کے بغیر ممکن نہیں ہے تو کیا ہم اپنی پوری زندگی کا جائزہ لے کر بتا سکتے ہیں کہ ہم نے دین کے حلال و حرام، واجب و مُستحب، جائز و ناجائز، طاہر و نجس کو دریافت کرنے کے لیے زندگی کا کتنا وقت صرف کیا اور اس راہ میں کتنا سرمایہ خرچ کیا ہے؟

فقہ جعفری ہم سے دعوت و اجتماع اور جلسہ و جلوس کا مطالبہ نہیں کرتی، احکام خدا کے مطابق زندگی گزارنے کا مطالبہ کرتی ہے اور اس سلسلے میں ہماری کارگردگی صفر کے برابر ہے۔ ہم نے گھر کی تعمیر، فرنیچر کی فراہمی، دیواروں کے رنگ و روغن، عورتوں کے زیورات، راحت پسند زندگی، ریڈیو، ٹی وی، وی سی آر جیسے مُہملات پر لاکھوں کا سرمایہ خرچ کیا ہے اور کسی ایک عالم کو بٹھا کر اپنی عبادات کی تصحیح، اپنے اعمال کی صحت کے لیے دس روپے بھی خرچ نہیں کیے ہیں۔ اپنے بچوں کو دینی تعلیم کے لیے مدرس معین کرنے کا تصور بھی نہیں کیا ہے اور اگر کبھی سوچا ہے تو صرف یہ کہ بچوں کو قرآن شریف اور دینیات کی پہلی کتاب پڑھا دی جائے، فقہ آلِ محمد کا حق ادا ہو جائے گا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دین کے جملہ عبادات، معاملات، تجارت، زراعت و ملازمت، سیاست،

اقتصادیات، اجتماعیات، اخلاقیات سب دینیات کی پہلی کتاب میں موجود ہیں یا دینِ آلِ محمدؐ صرف آٹھ ورق کی کتاب کا نام ہے کہ ہر شخص اپنے بچوں کو ایک کتاب پڑھا کر خوش ہو گیا کہ اس نے فقہ جعفری کا حق ادا کر دیا ہے اور دس پیسے میں جنت خرید لی ہے۔ جیسا کہ خود اپنے بارے میں سوچتا ہے کہ اصول دین اور فروع دین کو زبانی یاد کر لیا اور فقہ آلِ محمدؐ کا حق ادا ہو گیا۔

یاد رکھیے! ہماری ساری زندگی مُہمل، بے کار، اور بے مصرف ہے۔ اگر ہم نے زندگی کے ایک ایک قدم کیلئے قانون شریعت دریافت نہیں کیا اور اس کے مطابق زندگی نہیں گزاری۔ صادق آلِ محمدؐ کی نظر میں دینی احکام کا معلوم کرنا اس قدر اہم ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص میرے اصحاب کو کوڑے مار کر انھیں علم دین حاصل کرنے پر آمادہ کرے تو مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ مجھے بے خبر اور بے عمل قسم کے چاہنے والے درکار نہیں ہیں۔ مجھے مولا اور آقا کہنے والوں کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے باعمل مخلصین درکار ہیں اور صاحبانِ معرفت اصحاب۔

علامہ طبرسیؒ فرماتے ہیں کہ امام زمانہؑ کے ظہور کے بعد حضرت جو طرز حکومت اختیار فرمائیں گے اس کا انداز یہ ہوگا کہ اگر کوئی بیس سال کا جوان علم دین اور احکام شریعت سے بے خبر پایا گیا تو اسے فی الفور تہ تیغ کر دیں گے۔ اس وقت مدرسہ قائم کر کے پڑھانے کا سلسلہ نہ ہوگا بلکہ بے خبری کی سزا کا سلسلہ قائم ہوگا۔ زمانہ غیبت زمانہ مہلت ہے۔ جسے ہوش میں آنا ہے وہ آجائے، اس کے بعد انجام بہت خراب ہے۔ انھیں اس بات کی فکر نہ ہوگی کہ ہم انھیں کیا کہتے ہیں اور کیا مانتے ہیں۔ انھیں صرف اس بات کی فکر ہے کہ ان کے دین، مذہب، مقصد اور احکام کے سات ہمارا سلوک کیا رہا اور ان کی فقہ کو ہم نے کس قدر دریافت کیا ہے اور کس طرح عمل کیا ہے، ہمارے نوجوان جو صبح سے شام تک اپنے خیال میں مولاؑ کے خوش کرنے کا انتظار کرتے ہیں اور طریقہ وضو و غسل اور انداز نماز سے بھی باخبر نہیں ہیں کیا یہ نہیں سوچتے کہ آنے والا خوشامد پسند اور شہنشاہ نہیں ہے وہ دین کا ذمہ دار ہے، اسے نام کی فکر نہیں ہے کام کی فکر ہے۔ وہ خود مختار نہیں ہے بندہ پروردگار ہے۔ کیا یہ نوجوان اس ذوالفقار حیدری کا احساس نہیں رکھتے جو امام کے ساتھ ایسے تمام بے خبر اور بے عمل افراد کا فیصلہ کرنے آرہی ہے۔

عزیزو! موقع غنیمت ہے، وقت باقی ہے، غیبت کے زمانہ کو ایک مہلت کا زمانہ تصور کرو اور اپنے دین کا علم حاصل کرو۔ اپنی نسل کو ان کا دین سکھاؤ۔ راحت طلب زندگی کا اثاثہ فروخت کر کے علم دین پر صرف کرو۔ قبر میں صوفہ سیٹ، زیورات اور ٹی وی نہیں جائے گا۔ قبر میں علم دین ہی کام آئے گا۔ مرکری لائٹ یہاں کے لیے ہے، وہاں کیلئے صرف احکام دین کی روشن کام آنے والی ہے۔

رب کریم سے التماس ہے کہ ہمیں اور ہماری بے خبر اور بے عمل قوم کو علم و عمل کی توفیق عنایت فرمائے اور ہمیں یہ موقع عطا کرے کہ امام عصرؑ کی ذوالفقار سے قتل ہونے کے بجائے ان کے انصار میں شامل ہو جائیں۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

باب الاعمال

موت
موضوعی داستانیں

تحریر: جناب کاظم سعید پور ☆ مترجم: مولانا اقبال حسین مقصود پوری

① قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ

ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ (آل عمران ۱۸۵)

② حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِسْتَعِدَّ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِ الْمَوْتِ

موت کے آنے سے قبل موت کی تیاری کرو۔

(میزان الحکمۃ: ۱۸۸۶۴)

③ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

اَلرَّحِيْلُ وَشِيْكٌ

کوچ موت کا سفر نزدیک ہے۔

(میزان الحکمۃ: ۱۸۷۹۶)

④ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

تَزَوَّدُوْا فِيْ اَيَّامِ الْفَنَآءِ لِاَيَّامِ الْبَقَآءِ

فانی زندگی کے دنوں میں باقی رہنے والی زندگی کے لیے سامان اکٹھا کرو۔

(میزان الحکمۃ: ۱۸۸۹۱)

⑤ موت ایک سواری ہے جو ہر دروازق پر کھڑی ہوئی ہے۔

⑥ آخر بہ دل خاک فرو خواہی شد

اخر مٹی کے اندر اترنا ہوگا۔ (خیام)

⑦ اگر شاہی گدائی آخرش مرگ
اگر زریں کلاہی آخرش مرگ

شاہ ہو یا گدا آخر موت ہوگی، اگرچہ سونے کے تاج ہو آخر موت ہوگی۔

⑧ مجلس وعظ رفتنت ہوس است
مرگ ہمسایہ واعظ تو بس است

موعظہ کی محفل میں جانا آپ کی خواہش سہی، ورنہ ہمسایہ کی موت بہت بڑی نصیحت ہے۔ (سنائی)

برگ عیشی بہ گور خویشی فرست
کس نیارد ز پس ز پیش فرست

⑨ اپنی زندگی کا سرمایہ اپنی قبر میں بھیج، آپ کے بعد کوئی نہیں لائے گا، اپنے آگے بھیج۔ (سعدی)

تیاری

حضرت ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ وہ اپنے زمانہ کے عابد ترین افراد سے شمار ہوتے تھے۔ ان کی توجہ دنیا کی جانب بالکل نہ تھی۔ وہ ہمیشہ روزہ سے ہوتے اور ان کی بس ایک ہی آرزو تھی، اور وہ تھی بہشت۔ ان کے معمولات کا ہر لمحہ عبادتِ خدا سے معمور ہوتا تھا۔ روزانہ جب ان کے عبادت کے اعمال آسمان پر جاتے تو ملائکہ کے لیے باعث تعجب قرار پاتے۔

ایک دن ملک الموتؑ نے ان کی زیارت کی خواہش کی، خداوند متعال سے اجازت طلب کی تاکہ حضرت ادریسؑ کی ملاقات کو جائیں۔ اجازت مل گئی تو وہ ایک انسان کی شکل اختیار فرما کر ان کی زیارت کو روانہ ہوئے۔

حضرت ادریسؑ نے ان کو کھانا پیش کیا تو انھوں نے نہیں کھایا۔ حضرت ادریسؑ نے پوچھا میں جاننا چاہتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟

ملک الموتؑ نے فرمایا: میں عزرائیل ہوں، اور آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں۔

حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا: آؤ میری روح قبض کرو۔

حضرت عزرائیلؑ نے فرمایا: یہ کام تو خداوند متعال کے حکم پر موقوف ہے۔ ان کی اجازت کے بغیر میں انجام نہیں دے سکتا۔

اسی وقت ارشادِ قدرت ہوا: اچھا تو ان کی روح قبض کرلو۔ حضرت عزرائیلؑ نے روح قبض کرلی۔ اور پھر خداوند متعال نے انھیں زندہ کردیا۔ ملک الموت نے پوچھا آپ نے سب کچھ کیسا پایا؟

حضرت ادریسؑ نے فرمایا: بہت سخت اور ہولناک منظر اور دشوار کام انجام خطرناک۔

حضرت عزرائیلؑ نے پوچھا: آپ نے یہ خواہش کیونکر کی؟

حضرت ادریسؑ نے فرمایا: اس لیے کہ میں موت کی سختی کو چھک کر دیکھوں، اور اپنے آپ کو اس کے لیے آمادہ کرسکوں۔

(داستانہائے کشف الاسرار صفحہ ۳۶۵)

مکمل تیاری

براء بن عازبؓ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھے، آپؐ کی نظر ایک گروہ پر پڑی، جو ایک جگہ مل کر اکٹھے بیٹھے تھے آپؐ نے ان کے بارے پوچھا: یہ لوگ کس لیے اکٹھے ہیں۔ بتایا گیا: ایک قبر کھود رہے ہیں۔

براء کہتے ہیں آپؐ نے جونہی قبر کا نام سنا تو جلدی سے اس طرف چل دیے اور قبر پر پہنچے۔ قبر کی ایک جانب قبر کے ساتھ بیٹھ گئے۔ میں قبر کی دوسری طرف آنحضور کے سامنے ہوگیا۔ اس خیال سے کھڑا ہوگیا تاکہ دیکھ سکوں کہ حضرت کیا کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے شدید گریہ فرمایا، اور پھر ہماری طرف دیکھ کر فرمایا: "اِخْوَانِیْ بِمِثْلِ هٰذَا فَاعِدُّوْا"۔ بھائیو! اس جیسے مقام کے لیے تیاری کرو۔ (منازل الآخرۃ صفحہ ۳۰)

فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کی وصیّت

روایات واخبار سے ثابت ہے کہ حضرت سیدہ نساء العالمین فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا نے اپنی وصیّت کے وقت حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام سے فرمایا: جب میری وفات ہوجائے تو مجھے خود غسل دینا، دو کفن دینا، خود نماز جنازہ پڑھانا، اور خود لحد میں اتارنا، پھر خود ہی میری قبر کی مٹی پُر کرنا، پھر قبر بند کرنے کے بعد میرے سرہانے میرے سر کی طرف بیٹھ

جانا اور میرے لیے قرآن کریم کی تلاوت فرمایا۔ اور بہت زیادہ دعا کرنا۔ کیونکہ قبر کی یہ گھڑی ایسی گھڑی ہے کہ میت زندہ لوگوں کے انس کا محتاج ہوتا ہے۔

(منازل الآخرۃ صفحہ ۳۱)

تجسیمِ اعمال

تفسیر مجمع البیان میں مرحوم طبرسی براء بن عازبؓ سے روایت کرتے ہیں ایک دن ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں جناب معاذ بن جبلؓ نے حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے پوچھا:

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا (سورۃ النساء:۱۸)

اس دن جب صور میں پھونکا جائے گا تو تم گروہ گروہ ٹولے ٹولے بن کر آؤ گے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ تم نے ایک عظیم بات کے بارے سوال کیا، اور پھر آپؐ نے اپنی چشم مبارک بند کر لی۔ اور فرمایا: میری امت کے دس گروہ مختلف اشکال میں محشور ہوں گے، اور خداوند متعال انھیں مسلمانوں سے جدا کر دے گا۔

① ایک گروہ ان میں سے بندروں کی شکل میں محشور ہو گا۔

② اور ایک گروہ خنزیر کی شکل میں محشور ہو گا۔

③ اور ایک گروہ سر کے بل محشور ہو گا۔ اس طرح ان کے پاؤں ہوا میں ہوں گے، اور سر زمین پر ہوں گے۔ پھر ان کے منہ زمین پر گھسٹتے جا رہے ہوں گے۔

④ ایک گروہ نابینا محشور ہو گا، وہ اسی حالت میں چل رہے ہوں گے۔

⑤ بعض گونگے بہرے ہوں گے، جن کی کوئی سوچ سمجھ نہ ہو گی۔

⑥ بعض اپنی زبان کو چبا رہے ہوں گے اور ان کے منہ سے پیپ بہہ رہی ہو گی۔ جس کے بدبو سے اہل محشر کو اذیت ہو رہی ہو گی۔

⑦ ایک ٹولہ ایسا ہو گا جن کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔

⑧ بعض جہنم کے شعلوں پر اس طرح لٹک رہے ہوں گے جس طرح کوئی درخت کی شاخوں سے لٹکتا ہے۔

⑨ بعض کی بدبو مردار کی بو سے زیادہ گندی ہو گی۔

⑩ بعض کے بدن پر پگھلے ہوئے تانبہ کا لباس ہو گا، جو ان کے بدن کے ساتھ چمٹا ہوا ہو گا۔

(پھر فرمایا:)

① وہ کہ جن کی شکلیں بندر کی طرح ہوں گی چغل خور ہوں گے۔

② جو خنزیر کی شکل والے ہوں گے وہ ایسے لوگ ہیں جن کی کمائی حرام کی تھی اور حرام خور تھے۔

③ سود خور الٹے محشور ہوں گے۔

④ اور جو قاضی حضرات اپنے فیصلوں میں ظلم کرتے تھے وہ اندھے محشور ہوں گے۔

⑤ مغرور و متکبر لوگ گونگے اور بہرے محشور ہوں گے۔

⑥ اپنے علم پر عمل نہ کرنے والے اور گفتار و رفتار
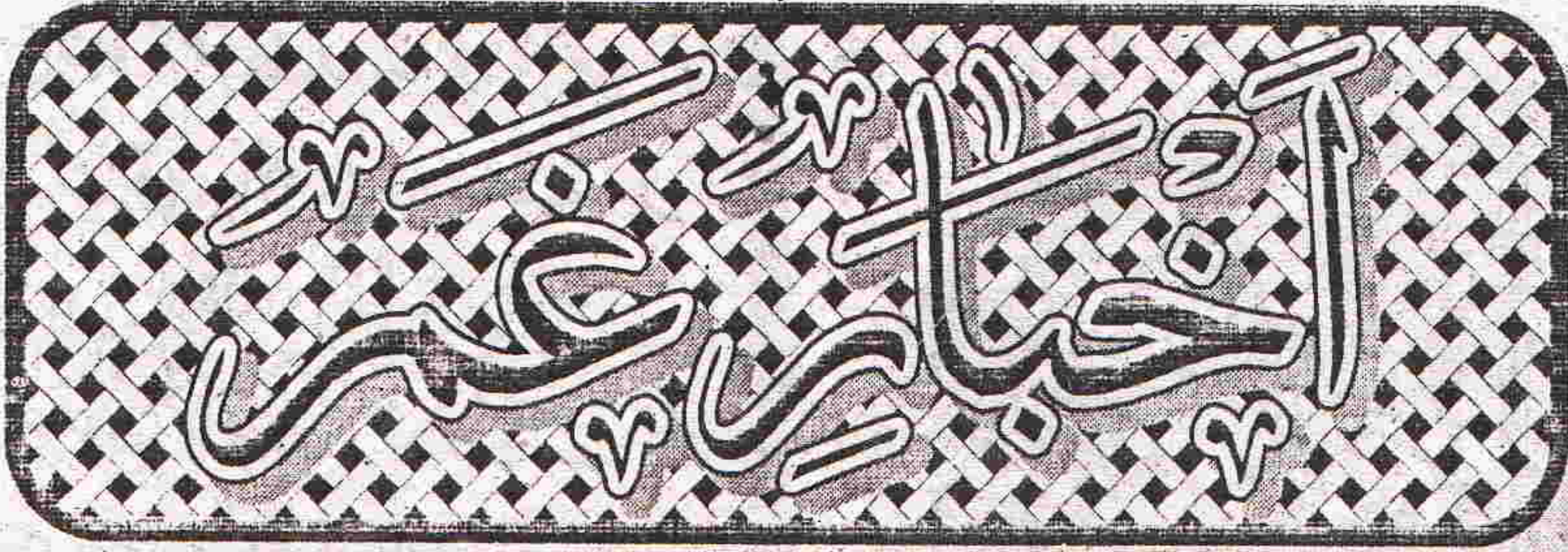
☆ ہم نے بڑے دکھ درد کے ساتھ یہ خبروحشت اثر سنی کہ جناب ملک عاشق حسین صاحب اعوان آف پیڑہ ضلع سیالکوٹ جو چند ماہ پہلے مرحوم ہوئے تھے، ان کی اہلیہ محترمہ اور مرحوم کے اکلوتے بیٹے عزیزم ملک وقار مہدی سلمہ اللہ کی الدہ ماجدہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ خداوند عالم مرحومہ کو جناب سیدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کے جوار پُرانوار میں جگہ مرحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر اجر سے نوازے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبیؐ وآلہ الطاہرینؑ۔

(ادارہ)

☆ **آہ مولوی احمد علی مرحوم**

یہ خبر حلقہ احباب میں بڑے رنج کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب مولوی احمد علی صاحب جوکہ محمد خان کے داماد اور کوٹلی اعواناں نزد جھاوریاں میں پیش نماز تھے اور بڑے شریف النفس انسان تھے طویل علالت کے بعد راہی ملک بقاء ہو گئے ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دعا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے۔ بجاہ النبی وآلہ الطاہرینؑ۔

☆ **آہ زوجہ خان بہادر خان**

ہم نے بڑے افسوس کے ساتھ یہ خبر غم اثر سنی کہ ست کونہ ضلع جھنگ کے بہادر خان کی زوجہ محترمہ جوکہ الحاج غلام حسین خان (ضلعدار) آف دولو آنہ کی خوشدامن بھی تھیں، اس پیرانہ سالی میں خان صاحب کو داغ مفارقت دے کر جہانِ فانی سے جہانِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئی ہیں۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہم خان صاحب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ خالق کائنات مخدومہ کائنات سلام اللہ علیہا کے جوار میں مرحومہ کو جگہ دے اور تمام پسماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔ بحقّ النبی وآلہ الطاہرینؑ۔

☆ مولانا سید محمد سبطین کاظمی آف چک نمبر ے جنوبی بھلوال رضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں۔ مرحوم نہایت مقدس اور پرہیزگار شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور پسماندگان کو اجر وصبر سے نوازے۔ بجاہ النبیؐ وآلہ الطاہرین المعصومینؑ

☆ سید نیر عباس شاہ مُتعلّم جامعہ ہذا کی ہمشیرہ شمہاری سیدان ضلع منڈی بہاؤالدین رضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ۔ آمین بجاہ النبیؐ و آلہ الطاہرینؑ

اہل ایمان سے تمام بیماروں کی صحت یابی کے لیے دعاء کی درخواست ہے ۔

بقیہ موت

میں فرق رکھنے والے علماء اپنی زبانوں کو چبا رہے ہوں گے ۔

⑦ ہاتھ پاؤں جن کے کٹے ہوں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے ہمسایہ کو آزار پہنچاتے تھے ۔

⑧ کسی کے خلاف دوسروں کو بھڑکانے والے جہنم کے شعلوں سے لٹک رہے ہوں گے ۔

⑨ جن کی بدبو مردار سے بدتر اور بدبودار تر ہوگی یہ ایسے لوگ ہوں گے جو حرام لذتوں اور شہوتوں میں مصروف رہتے تھے ۔ اور خداوند ذوالجلال کے حقوق کی ادائیگی سے غافل رہتے تھے ۔

⑩ جن کے لباس پگھلے تانبے کے ہوں گے وہ متکبّر اور فخر کرنے والے لوگ ہوں گے ۔

(منازل الآخرۃ صفحہ ۹۰)

بیت المال

ایک دن عمر بن عبدالعزیز اپنی خلافت کے زمانہ میں منبر پر خطاب فرما رہے تھے ۔ ان کی تقریر کے دوران ان کے منبر کے سامنے بیٹھے ہوئے ان کا خطاب سننے والوں نے محسوس کیا کہ خلیفہ بار بار اپنے پیراہن کو ہاتھ لگا کر ہلاتے ہیں ۔ دیکھنے والوں کو خلیفہ کی اس حرکت پر تعجب ہوا ۔ وہ اپنے آپ میں سوچتے رہے ۔ اور پھر آپس میں ایک دوسرے سے پوچھا کہ خلیفہ صاحب اس طرح کیونکر کرتے ہیں؟

محفل کے اختتام پر اس سلسلہ میں معلوم کرنے پر معلوم ہوا کہ خلیفہ کے ذاتی اموال نہ ہیں ۔ وہ بیت المال میں سے اپنی ضروریات اپنی دیانت داری کے باعث انتہائی احتیاط کے ساتھ بقدرِ ضرورت لیتے ہیں ۔ ان کے پاس پہننے کو صرف ایک ہی پیراہن ہے ۔ آج جلدی کی وجہ سے وہ تازہ دھلی ہوئی قمیص فوراً پہن کر نکلے ہیں، جو کہ ابھی خشک نہیں ہوئی تھی ۔ وہ اسے بار بار اس لیے ہلاتے تھے تاکہ خشک ہوجائے ۔

(داستانِ راستان جلد ۱ صفحہ ۱۷۵)

Registered No. (G) H.C/722

جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ

زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا کا

مُنعقد ہو رہا ہے

جس میں

ملک بھر سے جید علماء کرام، واعظین اور خطبائے عظام اپنے اپنے بیانات سے مُستفیض فرمائیں گے

اراکین سلطان المدارس و اراکین تحریک تحفظ تعلیماتِ محمدؐ و آل محمدؐ سرگودھا پاکستان

پرنسپل جامعہ علمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا
موبائل نمبر: 0301-6702646
فون 048-3021536